احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصاراللہ

ربوہ

جنوری 1993ء

صلح 1372ھش

جلد 34 شمارہ 1 قیمت 3 روپے

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر۔ چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصاراللہ

دارالصدر جنوبی ربوہ

اس شمارے میں آپ کے لئے

نئے سال کی مبارک باد

تحریک بہبود انسانیت چلانے کا تاریخی اعلان

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مواصلاتی سیارے کے ذریعہ براہ راست ٹیلی کاسٹ ہونے والے خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری ۱۹۹۳ء کے آغاز میں فرمایا:-

''کل شام کا سورج غروب ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک نیا سال طلوع ہونے کے سامان پیدا ہوئے اور آج صبح کے سورج کے طلوع کے ساتھ تمام عالم پر ایک نیا دن طلوع ہوا ہے۔ پس میں تمام دنیا کے احباب جماعت کو چھوٹوں بڑوں کو مردوں اور خواتین کو نہایت محبت بھرا سلام اور مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ درحقیقت سال نو کی مبارک باد دینے کا رواج محض ایک رواج نہیں بلکہ مبارک کے لفظ میں ایک دعا پائی جاتی ہے۔ GREETINGS (تہنیت) میں تو کوئی دعا نہیں لیکن جب ہم مبارک کہتے ہیں۔ ''مبارک ہو'' کے الفاظ سے کسی کو خوشی کے جذبات پہنچاتے ہیں۔ اس میں ایک دعا ہے پس میں بھی ان معنوں میں آپ سب کو یہ دعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کے لئے یہ سال ہر پہلو سے بہت ہی بابرکت فرمائے اور جماعت احمدیہ کی کوششوں کو غیر معمولی پھل لگائے اور دائمی پھل لگائے اور آگے پھلنے پھولنے والے بیج اور پھل عطا کرتا رہے۔ بہر حال ایک تو جماعت کو مبارک باد دینا مقصود تھی اور ایک کل عالم کے مسلمانوں کو (......) میں دل کی گہرائی سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اسی طرح تمام انسانیت کے لئے میرے دل میں جو فلاح و بہبود کے جذبات اور نیک خواہشات ان سے وابستہ رکھتا ہوں اس پہلو سے تمام دنیا کے انسانوں کو خواہ ان کا کوئی بھی مذہب ہو کوئی بھی رنگ ہو کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کسی مذہب کے ماننے والے ہوں میں دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی مبارکباد پیش کرتا ہوں جو تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے ہے صرف میری طرف سے نہیں۔

حقیقت میں جہاں تک میں نے اس مبارکباد کے مضمون پر غور کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس بھری دنیا میں جہاں اربوں لوگ آباد ہیں سب سے زیادہ احمدی دل ہیں جو بنی نوع انسان کے بھی خواہ ہیں اور ان کی واقعتہً دل کی گہرائی سے خیر چاہتے ہیں ورنہ اکثر لوگ تو اپنے محدود دائروں سے وابستہ ہو کر

رہ گئے ہیں- زیادہ سے زیادہ ایک مسلمان سوچے گا تو اسلام کی بہبود کی سوچتا ہے یا ایک پاکستانی پاکستان کی بہبود کی سوچتا ہے ایک انگریز، انگلستان میں بسنے والا انگلستان کی بہبود کی سوچتا ہے- اور شاید ہی کوئی دل ایسا ہو جس کی گہرائی سے کل عالم اسلام کی خیر خواہی کی دعائیں اٹھتی ہوں اور جہاں تک میرا علم ہے تمام احمدی جو دنیا میں مشرق و مغرب میں تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے ہیں انہوں نے اپنا دستور بنا رکھا ہے کہ وہ نظام جماعت کے لئے یا (امام جماعت) کے لئے یا اپنے عزیزوں اور پیاروں کے لئے جہاں دعا کرتے ہیں وہاں ضرور انسانیت کو بحیثیت انسانیت پیش نظر رکھتے ہوئے کل عالم کے انسانوں کے لئے دعا کرتے ہیں- پس یہ ایک میرا جائزہ ہے جو مختلف احمدیوں کے خطوط سے مرتب ہوتا ہے اور ویسے اپنے دل کی کیفیت سے میں یہی اندازہ کرتا ہوں کہ کیونکہ میرے اور جماعت کے دل کے دھڑکنے کے انداز ایک ہیں- ایک ہی نہج پر ہم سوچتے ہیں ایک ہی طرز پہ محسوس کرتے ہیں اس لئے جو میری کیفیات ہیں وہ سب جماعت کی ہونگی اور ایسا ہے بھی کیونکہ خط لکھنے والے تو کم ہیں جو لکھتے ہیں مگر جو لکھتے ہیں وہ نمونے بھیج دیتے ہیں وہ بتا دیتے ہیں کہ فجی میں بھی ایسے احمدی بستے ہیں جیسے نائیجیریا یا سیرالیون میں یا غانا میں یا امریکہ میں یا انگلستان میں یا جرمنی میں- غرضیکہ احمدی خط جہاں سے بھی ملتے ہیں ان کی ادائیں ایک ہوتی ہیں- پس احمدی مزاج ایک بین الاقوامی مزاج بن چکا ہے اور انسانیت کی بھلائی چاہنا انسانیت کی بہبود چاہنا اس بین الاقوامی مزاج کی سرشت میں داخل ہے- اس میں کوئی بناوٹ نہیں کوئی تصنع کوئی تکلف نہیں جس جماعت کو یہ بین الاقوامی مزاج نصیب ہو گا- اس مزاج سے از خود تمام عالم کے لئے دعائیں پھوٹیں گی- پس اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو یہ نیا سال بحیثیت انسان مبارک کرے اور اس پہلو سے میں آگے چل کے جو تحریک کروں گا اس کا تعلق اس سال کو "انسانی بہبود کا سال" بنانے سے ہے- میں سمجھتا ہوں کہ ہر سال ہم ایک مطمح نظر سامنے رکھتے ہیں- اس سال مطمح نظر یہ رکھیں کہ انسان کو انسانیت کے آداب سکھائے جائیں"-

(الفضل ۴- جنوری ۱۹۹۳ء)

> "خدا کے مقبول اور راستباز نہایت سیدھے اور سادہ طبع اور خدا تعالیٰ کے سامنے ان بچوں کی طرح ہوتے ہیں جو ماں کی گود میں ہوں"
>
> (براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ ۲۲)

کسی مذہب کے بانی نے نفرت کی تعلیم نہیں دی

دین کو مذہبی تنگ نظری کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیں گے!

قادیان کے عالمی جلسہ سالانہ ۹۲ء سے حضرت امام جماعت احمدیہ کا افتتاحی خطاب

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن سے قادیان کے جلسہ سالانہ کا افتتاحی خطاب ارشاد فرمایا جو مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا بھر میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔ حضور ایدہ اللہ نے اپنے خطاب میں مذہبی رواداری کے بارے میں دین حق کی تعلیم اور تاریخ کے شاندار واقعات بیان فرمائے اور فرمایا کہ جماعت احمدیہ کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ مذہبی ظلم و ستم کو ختم کیا جائے۔ ہم اپنی جانیں پیش کر دیں گے مگر دین کو مذہبی تنگ نظری کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیں گے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج عالمگیر جماعت احمدیہ ایک ایسے جلسے میں شریک ہو رہی ہے جس کی کوئی مثال جب سے کائنات بنی ہے کبھی سامنے نہیں آئے۔ یہ جلسہ لندن میں قادیان کے لئے منعقد ہو رہا ہے جس میں مشرق و مغرب کی تمام اقوام نے شرکت کی سعادت پا چکی ہیں۔ اس جلسہ میں دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے احمدی شریک ہیں۔ امریکہ میں اس وقت رات کے دو بجے کا وقت ہے۔ کرسمس کا دن اس رات کے ذریعے یہاں اختتام پذیر ہو رہا ہے۔ مختلف جگہوں پر شرابوں کے نشہ میں دھت حد سے زیادہ کھانا کھائے ہوئے لوگ بے سدھ پڑے ہیں۔ اور اس وقت احمدی آخر شب کی عبادت کے لئے اٹھ رہے ہیں۔ اس عالمی جلسے میں ڈش انٹینا کے ذریعے شرکت کے لئے بچوں کو اٹھا رہے ہیں۔ خدا کی یاد کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے وقت کے مطابق اس وقت بعد دوپہر کے تین بجنے والے ہیں۔ غرضیکہ دنیا کے تمام ممالک پر سرسری سی اڑتی ہوئی نگاہ ڈالی جائے تو یہ عجیب حقیقت سامنے آتی ہے کہ تمام دنیا میں اس چوبیس گھنٹے کے مختلف اوقات میں لحہ لحہ دنیا کے گرد لندن کے دس بجے بلند ہونے والی یہ آواز گھوم رہی ہے۔ کہیں جھٹپٹے کا وقت ہے۔ ہر جگہ پر احمدی میری یہ آواز سن رہے ہیں۔ یہ طلسماتی حقیقت سے زیادہ حسین لحات ہیں۔ اس وقت قادیان کے جلسے میں شریک افراد کی تعداد غالباً آٹھ، نو ہزار ہے۔ گزشتہ سال جب میں وہاں گیا تھا تو توقع سے بہت بڑھ کر جلسے کے

آخری دن کی حاضری ۲۴ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ لیکن آج جو آٹھ، نو ہزار افراد جمع ہیں وہ بھی بہت زیادہ تعداد ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نے ۱۹۲۴ء میں لندن سے جو نظم قادیان کے لئے کہی تھی اس کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واقعتہً ایک بھی مذہب کا بانی ایسا نہیں جس نے دوسرے مذہب سے نفرت کی تعلیم دی ہو۔ مذاہب تو مظلومیت کی اینٹوں پر اپنی بنیاد رکھتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ دنیا کے ایک بھی شخص کو اسلام یہ حق نہیں دیتا کہ کسی مندر کو گرائے۔ ظالم کو سرزنش کرنا انسان کا حق ہے لیکن ظلم کے نتیجے میں ظلم کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عبادت گاہوں کی حرمت اور احترام کی ہدایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سینٹ کیتھرائن کوہ سینا سے جو معاہدہ کیا اس میں یہ تحریر کیا کہ کوئی مسلمان عیسائیوں کی عبادت گاہوں کو ٹیڑھی نظر سے کبھی نہیں دیکھے گا۔ اس معاہدہ کے بارے میں ایک مشہور مؤرخ ایڈمنڈوے لکھتا ہے کہ یہ معاہدہ دنیائے مذاہب کی تاریخ میں ایک نہایت شریفانہ یادگار ہے۔ اسی تعلیم کو لے کر اسلام کے خلفاء آگے بڑھے تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں سے جو معاہدہ کیا اس میں لکھا کہ اہل ایلیا کو جان و مال، کی آزادی دی جائے گی۔ ان کے کلیسا آزاد ہوں گے۔ ان کو اپنا دین بدلنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مذہب کی بنیاد پر کسی کو تکلیف نہیں دی جائے گی اسی طرح حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز جو خلفاء راشدین میں بظاہر تو شمار نہیں ہوتے تھے لیکن وہ ایسی پاکیزہ روح کے مالک تھے کہ تمام بڑے مسلمان مذہبی راہنماؤں نے انہیں عملاً خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے انہوں نے عیسائیوں کا ایک گرجا انہیں واپس کر دیا جو مسلمانوں کی جاگیر میں واقع تھا۔ دمشق میں ایک بڑا کلیسا تھا جو مسلمان حکمرانوں نے جبراً عیسائیوں سے لے لیا تھا۔ اور اسے مسجد بنا دیا تھا آپ نے یہ دیکھ کر یہ عیسائیوں سے زبردستی لیا گیا تھا مسجد کو منہدم کروا دیا اور وہاں پر دوبارہ گرجا بنوا دیا۔ ان کے وقت میں ایک نسطوری عیسائی پادری نے اپنے ایک دوست کو جو خط لکھا۔ اس میں اس نے بیان کیا کہ مسلمان ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ پادریوں اور فریسیوں کا احترام کرتے ہیں۔ گرجاؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ نے بابری مسجد کے واقعے پر رد عمل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حد تو یہ ہے کہ انگلستان میں مندروں کے علاوہ سکھوں کے گوردواروں کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ اگر مسلمان اور ہندو آپس میں لڑتے تو شائد اس کا کچھ جواز بھی ہوتا مگر سکھوں کو اس میں گھسیٹنے کا کیا فائدہ؟ وہ قوم تو پہلے ہی مشکلات کا شکار ہے۔ کئی غلط مشوروں سے مصائب کا شکار ہو رہی ہے ان کے خلاف مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جہالت کی حد ہے!!

حضرت امام جماعت احمدیہ نے پر جوش الفاظ میں اعلان کیا کہ احمدیت کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ مذہب کے نام پر یہ ظلم نہیں ہوگا۔ ہم اپنی زندگیاں پیش کر دیں گے لیکن دین حق کو مذہبی تنگ نظری کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ بین الاقوامی انسانیت ایسے ظالمانہ تصورات پر لعنت بھیجتی ہے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مذہبی رواداری کی دلکش تعلیم بیان کرتے ہوئے حضور کی آخری کتاب پیغام صلح سے ایک اقتباس سنایا کہ جس میں حضرت بانی سلسلہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہندو مسلمانوں کو آپس میں اتحاد اور محبت سے رہنا چاہیئے۔ ان میں سے کوئی قوم دوسری کو حقیر نہ سمجھے۔ دونوں میں کوئی دوسرے کی تباہی کی فکر نہ کرے۔ اسی طرح ایک اور جگہ حضرت بانی سلسلہ نے فرمایا کہ کل بنی نوع انسان کی ہمدردی میرا مذہب ہے۔ ایک شخص اگر دیکھتا ہے کہ اس کے ہمسایہ ہندو کے گھر کو آگ لگی ہے اور وہ اسے بجھانے کو نہیں اٹھتا تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ آخیر میں حضور نے دعا کروائی اور سلام کہہ کر واپس ہوئے۔

(الفضل ۲۹۔ دسمبر ۱۹۹۲ء)

والدین واقفین ان باتوں کا خیال رکھیں

حضور انور نے فرمایا:

"میں نے اپنے وسیع تجربے میں دیکھا ہے کہ ایشیا میں خصوصیت کے ساتھ یہ عادت بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ ایک چیز کا اندازہ لگا کر اس کو واقعات کے طور پر بیان کر دیتے ہیں...... اس لئے اس بات کی بچپن سے عادت ڈالنی چاہیئے کہ جتنا علم ہے اس کو علم کے طور پر بیان کریں جتنا اندازہ ہے اس کو اندازے کے طور پر بیان کریں۔ اور اگر بچپن میں آپ نے یہ عادت نہ ڈالی تو بڑے ہو کر پھر دوبارہ بڑی عمر میں اسے رائج کرنا بہت مشکل کام ہوا کرتا ہے" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

مذہبی نفرتیں دُور کرنے کیلئے مشترکہ جلسے منعقد کرنے کا اعلان

ہلاکتوں سے بچنے کیلئے خدا سے تعلق کی ضرورت

قادیان کے عالمی جلسہ سالانہ سے حضرت امام جماعت احمدیہ کا اختتامی خطاب

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دنیا بھر کو نصیحت کی ہے کہ وہ دنیا کو لاحق خطرات سے بچانے کے لئے خدا سے تعلق قائم کریں۔ کوئی قوم دوسری قوم سے نفرت نہ کرے۔ حضور ایدہ اللہ نے اعلان فرمایا کہ دنیا سے اہل مذاہب کی نفرتیں دور کرنے کے لئے دنیا بھر میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب دوبارہ منعقد کئے جائیں گے جماعت احمدیہ کے تحت منعقد کئے جانے والے ان جلسوں میں غیر مذاہب کے لوگوں کو دعوت دی جائے گی کہ وہ دوسرے مذاہب کی اچھی باتوں اور خوبیوں کو بیان کریں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے یہ ارشادات قادیان کے ۱۰۱ ویں سالانہ جلسے کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بیان فرمائے۔ حضور کا یہ خطاب لندن کی بیت الفضل سے مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا بھر میں براہ راست دکھایا گیا۔ اس طرح سے دنیا بھر کے ممالک میں موجود احمدی اور ان کے دوست اس عالمی جلسے میں شریک ہوئے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک تاریخی جلسہ بن گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنے خطاب کے آغاز میں فرمایا کہ قادیان سے شروع ہونے والا یہ جلسہ قطب شمالی سے قطب جنوبی تک اور مشارق کی انتہا سے مغارب کی انتہا تک سنا اور دیکھا جا رہا ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں ایک بھی جگہ ایسی نہیں جہاں یہ عالمی جلسہ دیکھا اور سنا نہ جا رہا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا دنیا بھر کے ممالک میں ڈش انٹینا کے ذریعے دکھائے جانے والے اس عالمی جلسہ کی تیاری سے جلسہ سالانہ کا سماں بندھ گیا ہے اور کئی ممالک میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا لنگر بھی جاری ہو چکا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا بھر میں عصبیتوں کے جن رات کو ہی نہیں دن کو بھی حمد آور ہو رہے ہیں۔ یہ خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔ اگر ان کی روک تھام نہ کی گئی تو دنیا دوبارہ ایک ہولناک

جنگ کا شکار ہو جائے گی۔ حضور نے فرمایا کہ قادیان کے اس جلسہ کے ذریعے میں ساری دنیا کو پیغام دے رہا ہوں کہ تمام مذاہب کی بنیادی تعلیم کے مطابق خدا سے تعلق قائم کرو۔ حضرت امام جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ نے حجتہ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصائح بیان فرمائیں اور فرمایا کہ اس میں دنیا کے لئے ایک عظیم الشان عالمی نظام عدل کا اعلان کیا گیا ہے اس لئے مسلمان حکومتوں نے بگڑے ہوئے زمانوں میں بھی عدل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ہندوؤں کی مذہبی کتاب گیتا سے عالمی بھائی چارے کی تعلیم بیان فرمائی۔ اور اسی طرح سکھوں کے مذہبی راہنماؤں کی تعلیمات کا ذکر فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ نے اس ضمن میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات بھی بیان فرمائے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ دشمن کے لئے بھی دعا کی جائے اور جب تک دشمن کے لئے دعا نہ کی جائے سینہ صاف نہیں ہوتا اور فرمایا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمیں اپنا کوئی ایسا دشمن نظر نہیں آتا جس کے لئے ہم نے دو تین دفعہ دعا نہ کی ہو۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ آج دنیا بھر کے اہل مذاہب ایک دوسرے کے خلاف نفرتوں کا پیغام دینے میں مصروف ہیں مذہبی نفرتوں کو ختم کرنے کے لئے جماعت احمدیہ نے بھارت میں جلسہ ہائے پیشوایان مذاہب شروع کئے تھے جن کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اس کی دو شکلیں حضور نے بیان فرمائیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ہر مذہب کا پیروکار اپنے مذہب کی صرف خوبیاں بیان کرے۔ کسی دوسرے مذہب پر کوئی تبصرہ نہ کرے۔ اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے ایک نیا انقلابی نظریہ بھی پیش فرمایا کہ ان جلسوں میں ایک نیا طریق یہ اختیار کیا جائے گا کہ ایک مذہب کا پیروکار دوسرے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اس سے مذاہب کی آپس میں نفرتیں ختم کرنے میں نمایاں مدد ملیگی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ ہندوستان میں اور پاکستان میں بھی مذہب کے بارے میں وطنیت کا غلط تصور جنم لے رہا ہے۔ دونوں ممالک کی اکثریت یہ خیال کر رہی ہے کہ ملک پر صرف انہی کا حق ہے دوسرے مذاہب کے لوگوں کو کوئی حقوق حاصل نہیں ہونے چاہیئیں۔ اس سے دونوں ملکوں میں دیگر مذاہب کے لوگ خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس نظریئے کو رد کرتے ہوئے مشہور مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا واقعہ بیان کیا جس کے ایک ماتحت نے لکھا تھا کہ اس کے ماتحت دو پارسی (آتش پرست) ملازم ہیں ان کو نوکری سے نکال دیا جائے۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اس خیال کو سختی سے مسترد کر دیا اور کہا کہ مذہب کی بناء پر کسی سے کوئی تفریق نہیں کی جائے گی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا احمدی اس سلسلے میں دنیا بھر میں ایک مثال ہیں کہ ان پر پاکستان میں سالہا سال سے مظالم ہو رہے ہیں مگر ایک بھی احمدی نے اپنے وطن کی محبت ترک نہیں کی۔ ایک بھی احمدی کسی دشمن کا ایجنٹ نہیں بنا۔ یہی حال ہندوستان کا ہے وہاں پر بھی احمدیوں پر جو سختیاں ہوئیں اس کے باوجود ایک بھی ہندوستانی احمدی کسی دوسرے ملک کا ایجنٹ نہیں بنا۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا اگر دنیا بھر کے لوگ یہ اسوہ اپنالیں تو دنیا میں کوئی غدار نہ ملے کوئی دشمن کا ایجنٹ نہ بنے۔

آخر میں حضور ایدہ اللہ نے قادیان کے گزشتہ جلسے کی یاد تازہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت قادیان میں مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان اتنی محبت اور اتنا پیار ہو گیا تھا کہ قادیان کی زمین ثریا سے باتیں کرتی دکھائی دیتی تھی۔ ہندوستان کے لوگ اتنے متاثر تھے۔ کہ ان میں سے کئی لوگوں نے کہا کہ آج ہندوستان کو جماعت احمدیہ جیسی جماعت کی ضرورت ہے۔ دنیا بھر میں مواصلاتی سیارے کے ذریعے قادیان کے اس جلسہ کے ٹیلی کاسٹ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا امام کسی ایک ملک کا امام نہیں یہ ساری دنیا کے سارے ملکوں کے احمدیوں کا امام ہے اور اس کی یہ حیثیت بڑھتی اور گہری ہوتی جارہی ہے۔

آخر میں حضور ایدہ اللہ نے اسیران راہ مولا کی رہائی کے لئے دعاؤں کی تحریک کی اور فرمایا کہ ان اسیر بھائیوں کی رہائی کے نام پر تمام دنیا کو آزادی کا پیغام دیتا ہوں۔ آج دنیا کی آزادی ان اسیران کی رہائی سے وابستہ ہو گئی ہے۔ دعا سے پہلے حضور ایدہ اللہ نے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا پیغام سنایا جس میں بتایا گیا تھا کہ اس وقت قادیان کے جلسے میں ۱۰ ہزار افراد شریک ہیں۔ دعا پر اس تاریخی اور یادگار جلسہ کا اختتام ہوا۔

(الفضل ۳۰۔ دسمبر ۱۹۹۲ء)

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

جلسہ سالانہ کا دلوں پر غیر معمولی اثر

"ابھی جو گزشتہ سال کے آخر پر عجیب نوع کا عالمگیر جلسہ ہوا تھا اس کے متعلق مختلف ممالک سے جماعت احمدیہ سے وابستہ دوستوں کے جذبات مجھ تک پہنچ رہے ہیں شروع شروع میں تو باقاعدہ ٹیلی فون یا فیکسز (FAXES) کے ذریعے پیغام مل رہے تھے اب خط بھی پہنچنے شروع ہو گئے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس جلسے کا جو اثر احمدی قلوب و اذہان پر پڑا ہے وہ ہماری توقع سے بہت زیادہ بڑھ کر ہے۔ اکثر لکھنے والوں نے یہ محاورہ استعمال کیا ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے جو کیفیت ہے اور میں لکھ نہیں سکتا جو کیفیت ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں جسے میں بیان کر سکوں۔ میں اپنی کیفیت ہی نہیں بلکہ اپنے سارے ماحول کی کیفیت بتا رہا ہوں اور بعضوں نے لکھا کہ یہ صرف احمدیوں کا حال نہیں ہے جو غیر بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں ان کے دلوں کی بھی یہی کیفیتیں ہیں چنانچہ بعض جو انہوں نے تاثرات بھیجے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ اسی طرح قادیان سے آنے والے ایک دوست نے بتایا کہ جو سکھ ہندو دوست بھی (زیادہ تر سکھ تھے) جو اس جلسے میں شریک تھے۔ جب وہ مختلف مواقع پر قادیان کے وہ مناظر دیکھتے تھے جن میں بعض دفعہ خود ان کی تصویریں بھی دکھائی دیتی تھیں تو بے اختیار ہو کر ان کی زبانوں سے نعرے بلند ہوتے تھے اور جب جماعت نعرے لگا رہی ہوتی تھی تو وہ بھی شامل ہو جایا کرتے تھے اور یہ کیفیت ساری دنیا میں ایک ہی طرح سے ایک ہی وقت رونما ہو رہی تھی۔ اگرچہ ساری دنیا میں اس وقت الگ الگ وقت تھے یعنی ایک لمحے میں جو آواز اٹھ رہی تھی وہ چوبیس گھنٹے پر پھیلے ہوئے لمحوں کی آواز بن گئی تھی۔ کہیں آدھی رات کی آواز تھی کہیں صبح سویرے کی آواز تھی کہیں تہجد کے وقت کی آواز تھی کہیں شفق صبح کی آواز بن گئی تھی کہیں شفق شام کی آواز بن گئی تھی۔ کہیں جھٹپٹے کی آواز تھی گویا کہ چوبیس گھنٹے میں جتنے لمحے ہیں زمین کے گول ہونے اور اس کے چکر لگانے کی بناء پر اس ایک لمحے کی آواز بیک وقت چوبیس گھنٹے کے ہر لمحے کی آواز بن گئی تھی"۔

اس خطبہ میں حضور پُر نور نے جلسہ سالانہ قادیان کا ذکر اور وقف جدید کے سال نو کا اعلان کرنے اور سال نو کو "انسانی بہبود کا سال" بنانے۔ کے لئے چند تجاویز کا تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا جو اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ انسانی قدروں کو بحال کیا جائے۔

۲۔ مذاہب کے نام پر نفرت پھیلانے سے اجتناب کیا جائے۔

۳۔ سربراہان حکومت، دانشوروں اور صحافیوں کو خطوط لکھے جائیں۔

۴۔ انسانیت کے موضوع پر جلسے کئے جائیں۔

۵۔ سوچوں کو بدلنا پڑے گا اور نظریات میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔

۶۔ تاریخی نفرتیں دور کرنے کے لئے حکومتیں معاہدے کریں۔

۷۔ سب ملکوں کے لئے قابل قبول ضابطۂ حیات بنائیں۔

۸۔ میثاق مدینہ کو دنیا میں رائج کریں۔

۹۔ تبلیغ کی آزادی مذہبی آزادی کا حصّہ ہے۔

۱۰۔ ہر مذہب کے سربراہ کی عزت کے تحفظ کا قانون بنایا جائے۔

واقفین نو اور تحمل مزاجی

حضور نے فرمایا: "ہمیں ایسے واقفین بچے چاہئیں جن کو شروع ہی سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی عادت ہونی چاہیئے، جن کو اپنے سے کم علم کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیئے، جن کو یہ حوصلہ ہو کہ وہ مخالفانہ بات سنیں اور تحمل کا ثبوت دیں جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو تحمل کا ایک یہ بھی تقاضا ہے کہ ایک دم منہ سے کوئی بات نہ نکالیں، بلکہ کچھ غور کر کے جواب دیں، یہ ساری ایسی باتیں ہیں جو بچپن ہی سے طبیعتوں میں اور عادتوں میں رائج کرنی پڑتی ہیں۔ اگر بچپن سے یہ عادتیں پختہ نہ ہوں تو بڑے ہو کر بعض دفعہ ایک انسان علم کے ایک بہت بلند معیار پر پہنچنے کے باوجود بھی ان عام سادہ سادہ باتوں سے محروم رہ جاتا ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

عربی منظوم کلام

مَا إِنْ رَأَيْنَا مِثْلَهُ   لِلنَّائِمِينَ مُسَهِّدَا

ہم نے اس کی مانند سوتوں کو جگانے والا کوئی نہیں دیکھا

نُورٌ مِّنَ اللّٰهِ الَّذِي   أَحْيَى الْعُلُومَ تَجَدُّدَا

وہ اللہ کا نور ہے جس نے علوم کو نئے سرے سے زندہ کر دیا

أَلْمُصْطَفٰى وَالْمُجْتَبٰى   وَالْمُقْتَدَا وَالْمُجْتَدَا

وہ برگزیدہ ہے، چُنا ہوُا ہے، اس کی پیروی کی جاتی ہے، اس سے فیض طلب کیا جاتا ہے

جُمِعَتْ مَرَابِعُ الْهُدٰى   فِي وَبْلِهِ حِينَ النَّدٰى

ہدایت کی بارشیں سخاوت کے وقت اس کی موسلادھار بارش میں جمع کر دی گئیں

نَسِيَ الزَّمَانُ رِهَامَهُ   مِنْ جُودِ هٰذَا الْمُقْتَدَا

زمانہ اپنی مسلسل تھوڑی بارش کو بھول گیا ہے اس مقتدا کی بارش کے مقابلہ میں

أَلْيَوْمَ يَسْعَى النِّكْسُ   أَنْ يُطْفِي هُدَاهُ وَيُخْمِدَا

آج کمینہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی ہدایت کو بجھا دے اور ٹھنڈا کر دے

وَاللّٰهُ يُبْدِي نُورَهُ   يَوْمًا وَّإِنْ طَالَ الْمَدٰى

اور اللہ اس کے نُور کو ظاہر کر دے گا۔ کسی نہ کسی دن خواہ مدت لمبی ہی ہو جائے

(کرامات الصادقین)

فارسی منظوم کلام

ہست فرقاں روزِ روشن از خدا تا برندت از گماں سُوئے یقیں

قرآن مجید علم اور دین کا سورج ہے تاکہ تجھے شک سے یقین کی طرف لے جائے

ہست فرقاں از خدا حبل المتیں تا کشندت سُوئے ربّ العالمیں

قرآن خدا کی طرف سے ایک مضبوط رسّی ہے تاکہ تجھے ربّ العالمین کی طرف کھینچ کرلے جائے

ہست فرقاں روزِ روشن از خدا تا دہندت روشنئ دیدہ ہا

قرآن خدا کی طرف سے ایک روشن دن ہے تاکہ تجھے آنکھوں کی روشنی دے

حق فرستاد ایں کلام بے مثال تا رسی در حضرت قدس و جلال

خدا نے اس بے نظیر کلام کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ تُو اُس پاک اور ذوالجلال کی درگاہ میں پہنچ جائے

داروئے شک است الہام خدا کاں نماید قدرتِ تام خدا

خدا تعالیٰ کا الہام شک کی دوا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی کامل قدرت کو ظاہر کرتا ہے

ہر کہ رُوئے خود ز فرقاں درکشید جانِ او رُوئے یقیں ہرگز ندید

جس نے قرآن سے رُوگردانی اختیار کی اُس نے یقین کا منہ ہرگز نہیں دیکھا

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ صفحہ ۱۵۴)

ارشاد الکلام

جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے

"اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو۔ کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔ اور آخر اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔ کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا۔ جیسا کہ موسوی سلسلہ کے لئے دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم موسی علیہ السلام نے وہ متاع پائی جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائمقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔ مثیل موسیٰ علیہ السلام موسیٰ سے بڑھکر اور مثیل ابن مریم علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام سے بڑھ کر۔"

(کشتی نوح)

کلام الامام

وہ سمجھے کہ اصل ذمہ دار میں ہوں..................

........"وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جو کہتا ہے کہ یہ میری ذمہ داری ہے اور فلاں کی وہ ذمہ داری ہے۔ مومن وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ صرف میری اور میری ذمہ داری ہے۔

اپنے ایک فعل پر جو گو ایک بچگانہ فعل تھا مگر جس طرح بدر کے موقع پر ایک انصاری نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ دائیں بھی لڑینگے اور بائیں بھی لڑینگے اور دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے اور اس صحابیؓ کو اپنے اس فقرے پر ناز تھا۔ اسی طرح مجھے بھی اپنے اس فعل پر ناز ہے کہ جب حضرت مسیح موعود......فوت ہوئے تو چونکہ .... میں نے عین آپ کی وفات کے وقت ایک دو آدمیوں کے منہ سے یہ فقرہ سنا کہ اب کیا ہوگا........ تو ان باتوں کو سنتے ہی پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ میں خاموشی سے حضرت مسیح موعود........ کی لاش مبارک کے پاس گیا اور سرہانے کی طرف کھڑے ہو کر میں نے خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے خدا! میں تیرے مسیح کے سرہانے کھڑے ہو کر تیرے حضور یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی پھر گئی تو میں اس دین اور اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے کھڑا رہوں گا جس کو تو نے حضرت مسیح موعود........ کے ذریعے قائم کیا ہے۔ میری عمر اس وقت ۱۹ سال کی تھی ...... تو مومن کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ سمجھے کہ اصل ذمہ دار میں ہوں۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں اور فلاں ذمہ دار ہیں وہ سمجھ لے کہ اس کا ایمان ضائع ہو گیا۔ اور اس کے اندر منافقت آ گئی۔"

حضرت امام مہدی کی علامات اور ان کا مصداق

______ محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب ۔ کراچی

یہ موضوع جتنا اہم اور اپنے دامن میں جتنی وسعت رکھتا ہے وہ اس کے عنوان ہی سے ظاہر ہے۔
ظہور امام مہدی علیہ السلام کی علامات تو بہت ہیں جو قرآن حکیم میں بھی بیان ہوئیں اور احادیث کے اوراق بھی انہیں اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں لیکن ان احادیث میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس کا مصداق تلاش کرنا ایک عقدہ لاینحل بن جاتا ہے۔ احادیث میں اس قدر اختلاف بلکہ تضاد کا سبب وہ موضوع اور من گھڑت احادیث ہیں جو اسلام کے دور ملوکیت میں خلفائے بنوامیہ اور خلفائے بنوعباس کے عہد میں سیاسی فوائد حاصل کرنے کے لئے گھڑی گئیں اور جن کا حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات مبارکہ سے دور کا بھی تعلق نہیں بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ دور ملوکیت میں جب سیاست کا غلبہ ہوا اور مختلف سیاسی گروہ وجود میں آگئے تو ہر گروہ نے اپنی اہمیت جتانے کے لئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ امام مہدی علیہ السلام انہیں کی قوم کا ایک فرد ہو گا۔ ہم جب تاریخ اسلامی اور فرقہ وارانہ کشمکش کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شیعوں کا جب بھی کوئی امام وفات پا جاتا تھا تو ان کے بعد ان کا گروہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جاتا تھا اور ہر گروہ اپنا جداگانہ مہدی قرار دے لیتا تھا اور بقید مطلب روایتیں بھی وضع کر لیتے تھے۔ خلفائے بنوامیہ کے دور میں جو احادیث وضع کی گئیں ان میں کہا گیا کہ وہ بنو امیہ میں سے ہو گا خلفائے بنوعباس کے دور میں کہا گیا کہ وہ بنوعباس میں سے ہو گا اسی طرح فاطمی عہد میں جو روایات گھڑی گئیں ان میں یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہو گا۔ وغیرہ

احادیث کے اسی اختلاف نے بعض دانشوروں کو ظہور امام مہدی کے عقیدہ سے ہی انحراف کی طرف مائل کر دیا جیسا کہ علامہ اقبال کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

بینار دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
اب انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

یا بقول شورش کاشمیری ایڈیٹر ہفت روزہ چٹان لاہور:۔

"رہا مہدی موعود کا عقیدہ تو یہ زبوں کاروں اور بے ہمتوں کے کارخانہ کا مضراب ہے"۔ (چٹان لاہور ۲ مئی ۱۹۶۲ء)

ظہور امام مہدی کی احادیث پر علامہ ابن خلدون نے تنقید کی ہے اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان میں سے بہت کم احادیث معتبر ہیں۔ وہ ایسی تمام احادیث کو اپنی تاریخ میں نقل کر کے، اور ان پر سیر حاصل تنقیدی نظر ڈالنے کے بعد محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ پس یہ وہ سب احادیث ہیں جن کو ائمہ حدیث حضرت مہدی آخر الزماں کے بارے میں لائے ہیں۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ ان روایات میں سوائے قلیل اقل روایات کے کوئی بھی تنقید سے خالی نہیں۔

علامہ کے مندرجہ بالا بیان سے یہ بات تو پایہ تصدیق کو پہنچ جاتی ہے کہ ظہور امام مہدی علیہ السلام کے متعلق جو روایات کتب احادیث میں منقول ہیں ان کا بڑا حصہ سچی اور معتبر احادیث کے معیار پر پورا نہیں اترتا لیکن اقل ترین حصہ ایسا ضرور ہے جو روایت و درایت کے مقررہ اصولوں پر سو فیصد پورا اترتا ہے اور ان احادیث اور ان پر علامہ ابن خلدون کی تنقید کو پیش نظر رکھا جائے تو اتنی بات تو یقینی ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں اپنی امت میں سے ایک امام اور مامور کے ظہور کی خبر ضرور دی تھی۔

اب ہم قرآن کریم کی ایک نص صریح سے ایسی اہم شخصیت کی علامت بیان کرتے ہیں جو آخری دور انحطاط میں قرآن کریم کو (اگر آسمان پر بھی پہنچ گیا ہوگا) آسمان سے دوبارہ زمین پر لے آئے گا۔
اس سلسلہ میں حضرت امام بخاری نے تین واسطوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اسی صحیح میں درج کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو سورہ الجمعہ نازل ہوئی:۔

و آخرین منھم لما یلحقو ابھم

انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ تین بار یہی سوال کیا اور ہم میں سلمان فارسی بھی موجود تھے؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان پر رکھا اور پھر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے قریب ہوتا تو بھی ان میں سے کچھ لوگ یا فرمایا ان میں سے کوئی شخص

اسے پالیتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس جواب سے مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔

۱۔ ایک ایسا دور آنے والا تھا کہ ایمان سطح زمین سے پرواز کر کے ثریا ستارے یعنی آسمان کی بلندیوں پر پہنچ جانے والا تھا۔ یعنی اس دور انحطاط میں ایمان نام کی کوئی چیز باقی نہ رہنے والی تھی۔

۲۔ اس دور انحطاط میں سلمان فارسی کی قوم سے یعنی فارسی النسل اشخاص یا کوئی ایک شخص اسے ثریا سے بھی واپس لے آنے والا تھا۔ اس قول مبارک سے ثابت ہوا کہ وہ عظیم الشان ہستی اہل فارس میں سے ہوگی اور امام مہدی علیہ السلام کی یہ ایک قرآنی علامت قرار پائی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہی فیج اعوج کے زمانہ میں کسی فارسی النسل شخص نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ساری دنیا پر نظر ڈالیے ہر طرف سناٹا ہی سناٹا ہے ہاں ہندوستان کی ایک گمنام بستی سے جس کا نام بھی اس بستی سے باہر بہت کم لوگ جانتے تھے ایک دھیمی مگر پر شوکت آواز بلند ہوئی جو ہندوستان کی فضاؤں کو چیرتی ہوئی بہت تھوڑے عرصہ میں اکناف عالم میں ہر جگہ سنائی دینے لگی اور آج ۱۳۰ ممالک میں یہ آواز گونجتی سنائی دیتی ہے۔ معلوم ہے وہ آواز کیا تھی؟ وہ ایک فنا فی الرسول وفانی فی اللہ کی درد میں ڈوبی ہوئی دل کی تہوں سے نکلنے والی پر تاثیر آواز تھی۔

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

یعنی سنو! سنو! آسمان کی آواز سنو! جو یہ مژدہ سنا رہی ہے کہ مسیح علیہ السلام تشریف لے آئے! مسیح تشریف لے آئے! اور زمین کی آواز پر بھی کان دھرو جو یہ خوشخبری سنا رہی ہے کہ امام کامگار نے نزول اجلال فرمایا۔ اس فارسی النسل امام کامگار نے جس کا نام نامی واسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہے یہ تہدید بھی فرمائی۔

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سر زمین ہند میں بہتی ہے نہر خوشگوار
میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے

ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

پھر فرمایا:۔

(۱) "جب تیرھویں صدی کا آخیر ہوا اور چودہویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے"۔ (کتاب البریہ صفحہ ۱۲۸ حاشیہ)

(۲) "مجھے خدا کی پاک و مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح و مہدی رکھا گیا ہے۔ ان دونوں ناموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مشرف فرمایا اور پھر خدا نے اپنے بلاواسطہ مکالمے سے یہی میرا نام رکھا۔ اور پھر زمانے کی حالت موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو"۔ (اربعین حصہ اوّل صفحہ ۳)

اب میں ایک علامت حدیث نبوی سے بیان کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان لمهدينا ايتين لم تكونا منذ خلق السموات والارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان و تنكسف الشمس فى النصف منه (سنن دارقطنى صفحه ۱۸۸)

ترجمہ:۔ ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں جو زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے آج تک کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوئے یعنی ماہ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن کی مقررہ راتوں میں سے) پہلی رات کو اور سورج کو (سورج گرہن کی مقررہ تاریخوں میں سے) درمیانی تاریخ کو گرہن لگے گا۔

ظہور امام مہدی کی یہ دوسری علامت ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ھ رمضان المبارک کی مقررہ تاریخوں تیرھویں اور اٹھائیسویں پر ظاہر ہوئی جس کی خبر اس وقت کے اخبار آزاد کے اپنی ۴ مئی ۱۸۹۴ء کی اشاعت میں اور سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۶ اپریل ۱۸۹۴ء نے شائع کی۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس اہم اور منفرد علامت کا مصداق بھی سوائے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے کوئی نظر نہیں آتا۔ آپ نے اس عظیم الشان نشانی کے ظہور پذیر ہونے پر فرمایا۔

"نشان کے طور پر یہ خسوف میرے زمانہ میں واقع ہوا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کو یہ اتفاق نہیں ہوا کہ ایک طرف تو اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور دوسری طرف اس کے دعوے کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقرر کردہ تاریخوں میں خسوف و کسوف بھی واقع ہو گیا ہو اور اس نے خسوف و

کسوف کو اپنے لئے ایک نشان ٹھہرایا ہو'' (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۴ حاشیہ)

آپ نے اشعار میں بھی اس نشان کی طرف اشارہ فرمایا۔

آسمان میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

واقفین نو کی تربیت بہت احتیاط سے کریں

حضور انور نے فرمایا:۔

''واقفین بچوں کو وفا سکھائیں، وقف زندگی کا وفا سے بہت گہرا تعلق ہے، وہ واقف زندگی جو وفا کے ساتھ آخری سانس تک اپنے وقف کے ساتھ نہیں چمٹتا وہ جب الگ ہوتا ہے تو خواہ جماعت اس کو سزا دے یا نہ دے وہ اپنی روح پر غداری کا داغ لگا لیتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا داغ ہے۔ اس لئے آپ نے جو فیصلہ کیا ہے اپنے بچوں کو وقف کرنے کا یہ بہت بڑا فیصلہ ہے اس فیصلہ کے نتیجہ میں یا تو یہ بچے اولیاء بنیں گے یا پھر عام حال سے بھی جاتے رہیں گے اور ان کو شدید نقصان پہنچنے کا بھی احتمال ہے۔ اس لئے بہت احتیاط سے ان کی تربیت کریں اور ان کو وفا کے سبق دیں اور بار بار دیں''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

واقفین نو میں خدا اور اس کے دین کی محبت پیدا کریں

حضور پر نور فرماتے ہیں:۔

''ان کو سمجھائیں کہ اصل محبت تو خدا اور اس کے دین سے ہے، کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے، جس سے خدائی جماعت کو نقصان پہنچتا ہو آپ کو اگر کسی کی ذات سے تکلیف پہنچی ہے یا نقصان پہنچا ہے تو اس کا ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ کو حق ہے کہ اپنے ماحول، اپنے دوستوں، اپنے بچوں اور اپنی اولاد کے ایمانوں کو بھی آپ زخمی کرنا شروع کر دیں اپنا زخم حوصلے کے ساتھ اپنے تک رکھیں اور اس کے اندمال کے جو ذرائع باقاعدہ خدا نے مہیا فرمائے ہیں ان کو اختیار کریں، لیکن لوگوں میں ایسی باتیں کرنے سے پرہیز کریں''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۸۹ء)

سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیان

جلسہ سالانہ ۱۹۹۲ء قادیان

ایک صدی پہلے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ۷۔ دسمبر ۱۸۹۲ء کے اشتہار میں قادیان کے جلسہ سالانہ کی نسبت فرمایا:۔

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جسکی خالص تائید حق...... پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"۔

۱۹۹۲ء کے اس للہی جلسہ قادیان میں خدا کے فضل سے شرکت کی سعادت ملی۔ کئی دنوں کی تیاری اور انتظار کے بعد ۲۰۔ دسمبر کی صبح پونے چار بجے ربوہ سے بذریعہ بس روانہ ہوئے۔ لاہور اسٹیشن پر مخلصین کے ہجوم میں جلسہ سالانہ کے پلتے ہوئے تصور کے ساتھ دوپہر ڈھلنے پر ریل گاڑی نے رینگنا شروع کیا۔ اٹاری پہنچ کر گھڑیوں کی سوئیاں نصف گھنٹہ آگے کرتے ہوئے خیال آیا کہ ہم منزل کی طرف رواں وقت کو پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔ رات بوقت عشاء قادیان شریف پہنچے نعروں کی گونج اور روح پرور فضا میں اہل قادیان نے استقبال کیا۔ شوق دید مقامات مقدسہ کے گلی کوچوں میں لے گیا وہاں کے در و دیوار ہی سے نہیں ہر اینٹ بلکہ ذرہ ذرہ سے ایک خاص نوع کا لطف و سرور ملا۔ رات ہی رات بیت اقصیٰ۔ بیت مبارک۔ بیت الفکر۔ بیت الدعاء گئے اور نوافل کے بعد رہائش گاہ لوٹے!!

اگلے روز ۲۱۔ دسمبر کو ڈیوٹیوں کا اشتیاق لئے احباب جلسہ گاہ میں حاضر تھے، ھدایات سنیں اور سب لوگ فرائض سنبھالنے کیطرف متوجہ ہوگئے۔ جلسہ سالانہ کی پوری مشینری متحرک تھی، ادھر عمومی فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ روحیں منزلوں پر منزلیں سر کرنے میں جت گئیں پھر کیا تھا رات کے سرسری نظارہ کی تفصیل میں بڑھنے لگے۔ ایک ایک جگہ کو پوری توجہ اور محبت کے ساتھ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے ان کی یادیں قلب و روح میں بسانے لگے۔ منارۃ المسیح کے گنبد سے بیت اقصیٰ کے تہ خانے تک پھر وہاں سے

نکل کر دور دراز تک پھیلے ہوئے قادیان کے گلی کوچوں، بازاروں اور محلہ جات کی سیر کی۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے خاص رہائشی گھر "الدار" میں حضرت اقدس کی ولادت والا مبارک کمرہ دیکھا۔ اس کے اندر سے ہو کر نکلے تو دائیں طرف سے گھومتے آئے۔ دائیں طرف اہم حصہ وہ کمرہ ہے جس میں آج بھی چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں حضرت اقدس کی بلندیوں کی طرف جانے پر گواہ ہیں اسی کمرہ کے اوپر "دالان حضرت اماں جان" ہے اگلے کمرہ کے اوپر بیت الدعا ہے۔ باہر آکر دائیں ہاتھ برآمدہ ہے جس میں سے ہو کر سامنے وہ مبارک کمرہ ہے جس میں حسن و احسان میں حضرت بانی سلسلہ کے نظیر حضرت مصلح موعود نے تولد فرمایا۔ اس حصہ کے آخری حصہ میں سیڑھیاں ہیں جو اوپر چھت پر کھلتی ہیں لیکن نیچے کی منزل کا گلی کی طرف والا اہم حصہ باقی ہے۔ گلی سے اندر آئیں تو دائیں ہاتھ وہی کمرہ ہے جس میں شادی کے بعد حضرت اماں جان پہلی دفعہ آکر فروکش ہوئی تھیں۔ ساتھ والے کمرہ کے اوپر یعنی کونہ میں "بیت الریاضت" ہے یعنی وہ مبارک کمرہ جہاں آپ نے خفیہ طور پر آٹھ نو ماہ کے روزے رکھے۔ آسمان نے وہ منظر دیکھا کہ اندر والی کھڑکی سے سامان خورد نوش اوپر جاتا اور گلی والی کھڑکی سے ضرور تمندوں تک پہنچ جاتا۔ اس مبارک کمرہ میں سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اہل بیت کی زیارت سے حضرت اقدس فیض یاب ہوئے۔

اب آیئے اوپر والے حصہ میں جہاں آخری برسوں میں حضور نے رہائش منتقل فرمالی تھی۔ اوپر جانے والی سیڑھیوں کے سامنے بیت الفکر ہے جس کے ایک طرف بیت الدعا اور دوسری طرف بیت الذکر یا بیت مبارک ہے۔ بیت مبارک کی چھت پر بھی نمازیں ہوتی تھیں۔ اس کے شرقی جانب باہر جانے کا مرکزی راستہ ہے لیکن ساتھ ہی پرانے راستہ یا چھوٹی سیڑھیوں کے ساتھ وہ حجرہ ہے جہاں مشہور عالم سرخی کے چھینٹوں والا آسمانی نشان ظاہر ہوا تھا۔ ان چھوٹی سیڑھیوں سے نیچے اتریں تو بائیں طرف گول کمرہ ہے یعنی حضرت اقدس کا ابتدائی مہمان خانہ، بیٹھک، ملاقات کا کمرہ، اور پریس کی جگہ وغیرہ۔ بعد میں یہ کمرہ حضرت میر ناصر نواب صاحب کی قیام گاہ بھی رہا۔ گول کمرہ کی چھت سے ملحق دوسری منزل والا کمرہ بھی بہت سے مہمانوں کی قیام گاہ رہا۔

چھوٹی سیڑھیوں سے اتریں تو ساتھ ہی وہ مقام ہے جس کو مخالفت کرنے والے رشتہ داروں نے چنوائی کروا کے بند کر دیا تھا تاہم یہاں سے مڑے بغیر آگے بڑھیں تو ہمارے اوپر چھت وہی ہے جس پر بیت مبارک قائم ہے اور اس چھت کے خاتمہ پر رک کر رخ دائیں طرف کرلیں۔ بائیں ہاتھ دوسری منزل پر کونے والا کمرہ وہی ہے جہاں حقیقۃ الوحی کی تصنیف ہوئی اور اس کے بالمقابل بیت الفکر میں تو بے شمار علمی

کارنامے انجام پائے اور ان گنت آسمانی نشانات کا ظہور ہوا۔ بیت الفکر کے باہر تھوڑا سا خلاء ہے جس میں بیت الدعا کی کھڑکی کھلتی ہے۔ اس کھڑکی کے ساتھ ایک انتہائی روح پرور واقعہ کی یاد وابستہ ہے۔ قتل لیکھرام کے بعد خدام ادھر ادھر حفاظت کے لئے گشت پر رہا کرتے تھے۔ ایک شب کوئی اڑھائی تین بجے حضرت اقدس نے یہ کھڑکی کھولی اور بھائی عبدالرحیم صاحب کو آواز دی۔ لبیک پر فرمایا کہ کون کون خدام ڈیوٹی دے رہے ہیں پھر فرمایا کہ سردی بہت ہے اس لئے لو کچھ سامان شب گزاری لے لو! اپنی دستار مبارک کے ایک کونہ میں میوہ وغیرہ خاصی مقدار میں ڈرائی فروٹ باندھ کر لٹکا دیا اور سکھ مذہب سے آنے والے اس خادم نے "اوپر سے آنے والا" یہ تحفہ لے کر تمام رفقاء تک پہنچا دیا!

اللہ اللہ! کیا خوش نصیب تھے یہ رفقاء اور کیا دلربا تھی یہ دلنوازی و دلداری!!

بیت مبارک کی چھوٹی سیڑھیوں سے اتر کر سامنے گلی کے آخر پہ دیوار حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے مکان کی ہے۔ یعنی نمائش ہال سے لیکر اس جگہ تک جہاں دفتر لجنہ اماء اللہ کا بورڈ آویزاں ہے۔ نمائش ہال کے سامنے والی دیوار حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کی ہے جو "احمدیہ مرکزی لائبریری" تک وسیع ہے۔ اگر نمائش ہال اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب والے مکان کے درمیان والی جگہ پر ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہوں تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان کی چھت پر دو چھوٹی چھوٹی برجیاں دکھائی دیتی ہیں یہ بیت "البیت" ہے جہاں حضرت اقدس علالت کے دوران اہل خانہ کو ساتھ ملا کر نماز باجماعت ادا فرماتے۔

بیت اقصیٰ کے مرکزی گیٹ سے باہر نکلیں تو سامنے "احمدیہ مرکزی لائبریری" کا بورڈ دکھائی دیتا ہے۔ لائبریری تو یہ اب ہے پہلے یہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کی رہائش گاہ یعنی آپ کا "قصر" تھا۔ نیچے کے حصہ میں دفاتر پرائیویٹ سیکرٹری اور اوپر والے حصہ میں اکثر ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ بیت اقصیٰ کے گیٹ سے ملحق دائیں طرف بڑی عمارت "حویلی ڈپٹی شنکر داس" تھی۔ اب اس بلڈنگ میں دفاتر صدر انجمن احمدیہ ہیں۔ احمدیہ مرکزی لائبریری اور اس بلڈنگ کی اوپر والی چھتوں سے مینارۃ المسیح کا منظر بہت قریب اور روح پرور محسوس ہوتا ہے۔ لائبریری کے شرقی گیٹ سے نکلیں تو گلی احمدیہ چوک جا پہنچتی ہے۔ احمدیہ چوک سے بیت مبارک وغیرہ کے مرکزی بیرونی گیٹ کی طرف جائیں تو بائیں طرف اہم مکان قدرت ثانیہ کے مظہر اول حضرت مولینا حکیم نور الدین نور اللہ مرقدہ کا آتا ہے ساتھ کا حصہ آپ کے داماد حکیم فضل الرحمان صاحب کا تھا جس کے آگے خالی پلاٹ کے بعد گلی ہے اور ساتھ ہی ایک بہت بڑی بلڈنگ شروع ہو جاتی

ہے۔ یہ مدرسہ احمدیہ کی عمارت ہے جو جلسہ کے ایام میں خواتین کی مرکزی قیام گاہ تھی۔ اس بلڈنگ کے ساتھ ساتھ مڑ کر لنگر خانہ (دارالضیافت) کو دائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے گزریں تو سڑک بل کھاتی ہوئی بہشتی مقبرہ پہنچ جاتی ہے۔ بہشتی مقبرہ سے پہلے خدام الاحمدیہ کی خوبصورت عمارت "ایوان خدمت" ہے۔ اوپر کی طرف ناصر آباد کالونی ہے جس کی درمیانی گلی سے ہو کر نکلیں تو بیت ناصر آباد کے سامنے مردانہ جلسہ گاہ اور آگے زنانہ جلسہ گاہ بنی تھی۔ اس جلسہ گاہ کے ساتھ مختلف زبانوں میں تقاریر کے تراجم سننے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جلسہ گاہ کے ایک طرف بیوت الحمد اور دوسری طرف بوڑھی ڈھاب کے کنارے کچھ مکانات کے بعد روشن مینار دکھائی دیتا ہے لیکن دور سے مینار کا سب سے خوبصورت منظر بہشتی مقبرہ کے فوارہ سے دکھائی دیتا ہے۔

جلسہ گاہ سے چودہ فلیٹس پر مشتمل زیر تکمیل بلند عمارت دکھائی دیتی ہے۔ فلیٹ آرام دہ ضروری سامان اور فرنیچر سے سجا ہوا دیکھا۔ اسی طرف دائیں ہاتھ رنگ برنگے شیشوں والی کوٹھی "بیت الحکمت" ایک بزرگ حاجی احمد صاحب کی بیان کی جاتی ہے تقسیم ہند سے پہلے یہ "دارالواقفین" تھا۔ اور آگے سڑک پار کر کے بائیں ہاتھ ایک بہت بڑی کوٹھی میں بجلی گھر اور محکمہ کے دفاتر ہیں۔ یہ بیت الظفر ہے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی جس کے ساتھ دارالحمد حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کی کوٹھی۔ دونوں کوٹھیاں صاف ستھری اور مہمانوں کے لئے دامن پھیلائے تھیں۔ اور آگے نہایت دلکش پر شکوہ گیسٹ ہاؤسز ہیں۔ ان عمارات کے ساتھ ساتھ جانے والی سڑک تو گورداسپور چلی جاتی ہے لیکن اس کے دوسری طرف گیسٹ ہاؤسز کے سامنے بیت انوار ہے، ساتھ ہی کوٹھی ابوالہاشم خان صاحب اور جلسہ گاہ کی طرف واپس بڑھتے جائیں تو دفتر خدام الاحمدیہ اور حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی دو کوٹھیاں ہیں۔ اب چوک میں پہنچ کر دائیں طرف مڑ جائیں محلہ دارالانوار ختم ہو کر محلہ دارالبرکات شروع ہوتا ہے پھر سٹیشن کو جانے والے سڑک کے ساتھ محلہ دارالفضل جس سے آگے دارالعلوم محلہ ہے۔ کالج کے پیچھے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی دارالسلام۔ اس کوٹھ میں حضرت مولینا حکیم نور الدین صاحب نے آخری ایام گزارے۔ بیت نور کے پیچھے سوئمنگ پول ہے جو آج کل زیر استعمال نہیں ہے۔ محلہ دارالعلوم سے آگے محلہ دارالرحمت ہے۔

جلسہ سالانہ شروع تو بیت اقصیٰ سے ہوا پھر بیت نور کے صحن میں ہوتا رہا (اسی صحن میں قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر کا انتخاب عمل میں آیا۔) آخر قیام پاکستان تک کالج اور بورڈنگ تحریک جدید کے سامنے والے میدان میں ہوتا رہا۔ بعد میں موجودہ دفتر افسر جلسہ سالانہ و لنگر خانہ والی جگہ ہونے لگا اب بیت ناصر آباد کے

سامنے کھلے میدان میں ہوتا ہے۔ یہاں سے ایک دفعہ پھر بیت مبارک کی طرف آتے ہیں بیرونی بڑے گیٹ سے داخل ہو کر سامنے والے چھت یا بیت مبارک کے فرش تلے سے امور عامہ کے دفتر کو بائیں ہاتھ چھوڑ کر آگے کھلا میدان ہے جس کے چاروں طرف کی جگہ بھی حضرت اقدس کے شدید مخالف رشتہ داروں کی تھی، بعد میں ان کی اولاد نے "گلشن احمد" کے نام سے یہ ساری جگہ جماعت کو دے دی۔ دائیں طرف والے حصہ کی اوپر والی منزل گزشتہ سال ہمارے محبوب آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دفتر تھا۔

مرکزی گیٹ سے باہر نکل کر بائیں طرف احمدیہ چوک سے آگے بڑھیں یعنی الحکم سٹریٹ میں تو احمدیہ شفاخانہ دائیں ہاتھ رہ جائے گا۔ آگے جا کر بڑا بازار تو بائیں ہاتھ مڑ رہا ہے لیکن ایک قدرے ڈھلوان والی گلی سامنے جا رہی ہے، دراصل یہی گلی باہر جانے کا عمومی راستہ ہوا کرتا تھا۔ اسی گلی کے شروع میں حضرت حکیم مولانا نورالدین نور اللہ مرقدہ کے گھوڑے سے گرنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اب بڑے بازار سے ہو کر جو پہلے بائیں جانب مڑتا ہے اور آگے چوک سے دائیں طرف ریتی چھلہ کے کونہ ہیں۔ ریتی چھلہ تو اب عظیم الشان مارکیٹ میں بدل چکا ہے۔ بازار سے ریتی چھلہ والے کونے سے بائیں طرف بٹالہ روڈ پر بس سٹینڈ کے بعد سٹیٹ بنک کی عمارت ہے جس کے ساتھ ہی رام پور کو جانے والی سڑک ہے۔ اس سڑک پر پہلے ھندوؤں کا شمشان گھاٹ ہے اور کچھ دور جہاں عید گاہ ہوتی تھی قریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر قدیمی قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں حضرت اقدس کے قریبی بزرگ آرام فرما ہیں۔ بتانے والوں نے بتایا کہ محفوظ مزارات میں حضرت مرزا گل محمد صاحب (پڑدادا)، حضرت مرزا عطا محمد صاحب (دادا)، دو چچاؤں حضرت مرزا غلام حیدر صاحب اور حضرت مرزا غلام محی الدین صاحب اور ان کی بیگمات کے علاوہ حضرت اقدس کی والدہ حضرت چراغ بی بی صاحبہ اور ہمشیرہ جنت بی بی مدفون ہیں۔

قادیان کے ان تمام راستوں، گلی کوچوں، بازاروں، مکانات اور مقامات میں بظاہر کوئی انوکھی بات نہیں مگر حضرت پیر سراج الحق صاحب کی روایت اخبار الحکم بابت ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء میں درج ہے کہ حضرت اقدس نے ایک دفعہ فرمایا:۔

"ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے۔ اونچی اونچی دو منزلی یا چو منزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دوکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کی رونق ہوتی ہے، بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں، روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں اور

قسما قسم کی دوکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں۔ یکے، بگھیاں، ٹمٹم، فٹن، پالکیاں، گھوڑے، شکرمیں، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے"۔

اس کشفی بشارت کے پس منظر میں یہ داستان ہے کہ تھوڑا عرصہ پہلے تک قادیان چند سو نفوس پر مشتمل ایک کوردہ بستی تھی جو ریلوے سٹیشن اور ٹیلیگراف آفس سے گیارہ میل دور کچے راستہ پر واقع تھی۔ لاہور سے ستر میل شمال مشرقی گوشہ میں قطعی گمنام اور بے نام و نشان سا گاؤں۔ چشم دید راوی کا بیان ہے کہ "گیدڑ، لومڑ اور بڑے بڑے بلے تو سر شام ہی غلاظت اور سنڈاس کے ڈھیروں پر منڈلانے لگا کرتے۔ ان کے علاوہ بعض درندے اور وحوش رات کی تاریکی میں آتے اور بھیڑ بکری مرغی پلوں تک کو اٹھا کر لے جاتے۔ بھیڑیا جسے پنجابی میں بگھیاڑ کہتے ہیں اس کثرت سے ہو گیا تھا کہ موجودہ سٹیشن اور بستی کے درمیان ایک جوہڑ کا نام ہی "بگھیاڑاں والا چھپڑ" مشہور تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ گاؤں کے باہر بعض حصے ویرانی و بربادی کے باعث اتنے بھیانک اور ڈراؤنے ہو چکے تھے کہ بھوت چڑیل کا مرکز کہلاتے جہاں دن دیہاڑے لوگ جانے سے گھبرایا کرتے تھے"۔

اس کیفیت و پس منظر میں خدا نے ایک "عاشق رسول مسیح" کو چنا۔ پھر ایک روز تین آدمیوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ آخر ۴۰ نے بیعت کی پہلے جلسہ سالانہ پر ۷۵ کی تعداد میں پروانے جمع ہوئے اور اس سال یہ روح پرور منظر دیکھنے میں آیا کہ یہ جلسہ سالانہ ایک عالمی جلسہ کی صورت میں ڈھل گیا اور کارخانہ عالم میں پہلی دفعہ سارے وقتوں پر چھائی ہوئی دنیا کے ہر کنارے پر آباد جماعت ایک اجتماعی خطاب سن رہی تھی۔ اجتماعی طور پر ایک آواز کے ساتھ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے بیعت میں شامل ہو رہی تھی۔ ۱۹۹۲ء کا جلسہ سالانہ آنے والے دور کا اعلان کر رہا تھا کہ عرش کی تقدیر پوری ہونے والی ہے ساری دنیا ایک گھر میں تبدیل ہو رہی ہے۔ نئی زمین اور نیا آسمان وجود میں آ کر انسانیت کو محبت و پیار کی فضا میں محض خدا کے لئے ایک وجود میں ڈھلنے کا پیغام دے رہا ہے۔ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے کیا خوب فرمایا۔

ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں
مدعائے حق تعالیٰ مدعائے قادیاں
گر نہیں عرش معلی سے یہ ٹکراتی تو پھر
سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں

(تحریر: محمد اعظم اکسیر)

منصف مزاج ، دلیر اور قابلِ تعریف

ڈپٹی کمشنر ایم۔ ڈبلیو۔ ڈگلس

محترم محمود مجیب اصغر صاحب

حضرت مسیح موعود......فرماتے ہیں۔

"جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا"۔

(کشتی نوح)

پس منظر

حضرت اقدس اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

۲۹ جولائی ۱۸۹۷ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی آواز ہے اور نہ اس نے کوئی نقصان کیا ہے بلکہ وہ ایک ستارہ روشن کی طرح آہستہ حرکت سے میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور میں اس کو دور سے دیکھ رہا ہوں اور جب کہ وہ قریب پہنچی تو میرے دل میں تو یہی تھا کہ یہ صاعقہ ہے میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا جس کو میرا دل صاعقہ سمجھتا ہے پھر بعد اس کے میرا دل اس کشف سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے الہام ہوا کہ

ما هذا الا تهديد الحكام

یعنی یہ جو دیکھا اس کا بجز اس کے کچھ اثر نہیں کہ حکام کی طرف سے کچھ ڈرانے کی کارروائی ہو گی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔ پھر بعد اس کے الہام ہوا۔

قد ابتلى المومنون

مومنوں پر ایک ابتلاء آیا یعنی بوجہ اس مقدمہ کے تمہاری جماعت ایک امتحان میں پڑے گی..............

(تریاق القلوب)

قتل کا جھوٹا مقدمہ

اس خواب کی تعبیر قتل کے ایک جھوٹے مقدمے کی شکل میں ظاہر ہوئی اور جیسا کہ خواب میں دکھایا گیا تھا کچھ ڈرانے کی کارروائی ہوئی اور حضرت اقدس باعزت بری کر دیئے گئے۔ فرمایا "یہ مقدمہ اس طرح سے ہوا کہ ایک شخص عبدالحمید نامی نے عیسائیوں کے سکھلانے پر مجسٹریٹ ضلع امرتسر کے روبرو اظہار دیئے کہ مجھے مرزا غلام احمد نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے اس پر مجسٹریٹ امرتسر نے میری گرفتاری کے لئے یکم اگست کو وارنٹ جاری کیا جس کی خبر سن کر ہمارے مخالفین امرتسر و بٹالہ میں ریل کے پلیٹ فارموں اور سڑکوں پر آ کر کھڑے ہوتے تھے تاکہ میری ذلت دیکھیں لیکن خدا کی قدرت ایسی ہوئی کہ اوّل تو وہ وارنٹ خدا جانے کہاں گم ہو گیا دوم مجسٹریٹ ضلع امرتسر کو بعد میں خبر لگی کہ اس نے غیر ضلع میں وارنٹ جاری کرنے میں بڑی غلطی کھائی ہے پس اس نے ۶ اگست کو جلدی سے صاحب ضلع گورداسپور کو تار دیا کہ وارنٹ فوراً روک دو۔ جس پر سب حیران ہوئے کہ وارنٹ کیسا لیکن مثل مقدمہ کے آنے پر صاحب ضلع گورداسپور نے ایک معمولی سمن کے ذریعہ مجھے بلایا اور عزّت کے ساتھ اپنے پاس کرسی دی یہ صاحب ضلع جس کا نام "کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس" تھا۔ بہ سبب زیرک اور دانشمند اور منصف مزاج ہونے کے فوراً سمجھ گیا کہ مقدمہ بے اصل اور جھوٹا ہے اس لئے میں نے ایک دوسرے مقام میں اس کو پیلاطوس سے نسبت دی بلکہ مردانگی اور انصاف میں اس سے بڑھ کر۔ لیکن خدا کا اور فضل یہ ہوا کہ خود عبدالحمید نے عدالت میں اقرار کر لیا کہ عیسائیوں نے مجھے سکھلا کر یہ اظہار دلایا تھا اور نہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے کہ مجھے قتل کے لئے ترغیب دی گئی تھی پس صاحب ضلع نے اس آخری بیان کو صحیح سمجھا اور بڑے زور شور کا چٹھا لکھ کر مجھے بری کر دیا اور تبسم کے ساتھ عدالت میں مجھے مبارکباد دی۔ فالحمد للہ علی ذالک"

(نزول المسیح صفحہ ۱۹۸-۱۹۹)

دراصل عبدالحمید نامی شخص حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کا ایک بگڑا ہوا اور آوارہ بھتیجا تھا جو کسی طرح قادیان پہنچا اور وہاں سے نکال دیا گیا وہ سیدھا حضرت اقدس کے مخالف پادریوں کے پاس امرتسر پہنچا پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک پادریوں کے اس مباحثے کا پادری عبداللہ آتھم کے ساتھ ایک اہم کردار تھا جو حضرت اقدس کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں امرتسر کے مقام پر معرض وجود میں آیا۔

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے حضرت اقدس سے انتقام لینے کے لئے عبدالحمید کو استعمال کیا اور اسے لالچ اور خوف دلا کر عدالت میں یہ بیان دینے کے لئے آمادہ کر لیا کہ اسے حضرت اقدس نے قادیان سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے چنانچہ پادری عبداللہ آتھم کو لے کر امرتسر کے ڈپٹی کمشنر اے ای مارٹینو صاحب کی عدالت میں پہنچے اور عبداللہ سے جھوٹا بیان دلوایا پھر خود بھی اپنا بیان دیا۔ جس پر یکم اگست ۱۸۹۷ء کو حضور کے نام وارنٹ گرفتاری جاری ہوا۔ ایک ہفتہ بعد ۷ اگست کو مجسٹریٹ امرتسر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ وہ دوسرے ضلع کے باشندے کے نام وارنٹ جاری نہیں کر سکتا اس پر اس نے مقدمہ کی مثل ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو منتقل کر دی۔ گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کپتان ڈگلس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ مقدمہ مشتبہ ہے اس لئے ڈاکٹر کلارک کے اصرار کے باوجود انہوں نے حضور کو وارنٹ گرفتاری کی بجائے سمن جاری کیا۔ ۱۰۔ اگست کو حضور کو بٹالہ بلوایا گیا جہاں حضور کی موجودگی میں ڈاکٹر کلارک کا بیان ہوا۔ ۱۲ اور ۱۳۔ اگست کو بھی کلارک کا بیان ہوا اسی روز عبدالحمید کا بھی بیان ہوا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی عیسائیوں کی طرف سے گواہ بن کر عدالت میں پیش ہوئے اور کرسی کا مطالبہ کیا ان کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کا ذکر آگے آئے گا۔ اس مقدمہ میں آریوں نے بھی عیسائیوں کی مدد کی اور عیسائیوں کی طرف سے پنڈت رام بھجدت صاحب آریہ وکیل نے پیروی کی انہوں نے بلا معاوضہ وکالت کی خدمات (پنڈت لیکھرام کے قتل کا سراغ لگانے کے لئے) انجام دیں۔ حضرت اقدس کی طرف سے مولوی فضل دین صاحب بطور وکیل پیش ہوئے۔ ۱۳۔ اگست کو مقدمہ کی کارروائی ختم ہوئی اور کپتان ڈگلس بٹالہ سے امرتسر جانے کے لئے بٹالہ ریلوے اسٹیشن پر آئے۔ کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر کے ریڈر راجہ غلام حیدر صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ جب بٹالہ میں ۱۳۔ اگست ۱۸۹۷ء کو مقدمہ کی کارروائی ختم ہوئی اور ہم گورداسپور جانے کے لئے بٹالہ کے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی کچھ لیٹ تھی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر پلیٹ فارم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بے تابانہ ٹہل رہے تھے میں نے ان کی یہ حالت دیکھ کر جرات کر کے پوچھا کہ اس وقت آپ بہت متفکر معلوم ہوتے ہیں بات کیا ہے؟ صاحب بہادر نے جواب دیا کہ ہم اس مقدمہ سے بہت سرگردان ہیں ہم جس طرف نگاہ کرتے ہیں ہم کو مرزا صاحب نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ انصاف جو تمہاری قوم کا خاصہ ہے اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا علاوہ ازیں ہمیں اس استغاثہ میں عداوت اور خصومت کے آثار بھی معلوم ہوتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیا طریق اختیار کیا جائے جس

سے اصل حقیقت منکشف ہو جائے۔

میں نے مشورتاً عرض کیا کہ اگر آپ عبدالحمید کو عیسائیوں کے قبضہ سے الگ کر کے پولیس کے قبضہ میں دے دیں تو اصلیت کھل سکتی ہے صاحب بہادر فوراً ریلوے آفس میں گئے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے نام کچھ ہدایات لکھیں پھر ہم گورداسپور چلے گئے۔

چند دن بعد یعنی ۲۰ تاریخ کی صبح کو جب اردلی بلانے آیا میں گیا تو معلوم ہوا کہ مسٹر لی مارچنڈ کپتان پولیس عبدالحمید کا مفصل بیان لکھ کر لائے ہیں اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے اس کی تصدیق کرنی ہے کپتان پولیس کے سامنے پہلے تو عبدالحمید نے وہی جھوٹی کہانی بیان کی تھی جسے وہ پہلے بیان کر چکا تھا لیکن جب کپتان صاحب نے اسے کہا کہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو ہم صرف اصلیت دریافت کرنا چاہتے ہیں تو وہ کپتان صاحب بہادر کے پاؤں پر گر پڑا اور زار زار رونے لگا اور کہا کہ میرا پہلا بیان سراسر جھوٹا تھا اور ڈاکٹر مارٹن کلارک اور ان کے ساتھی پادریوں نے ڈرا دھمکا کر اور کئی قسم کے لالچ دے کر مجھ سے دلوایا تھا چنانچہ جو بات میں بھول جاتا تھا اسے پنسل سے میرے ہاتھ پر لکھ دیتے تھے تا میں موقعہ پر دیکھ کر بیان کر سکوں غرض سچی بات یہی ہے کہ مجھے مرزا صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو مارنے کے لئے ہرگز نہیں بھیجا یہ سارا قصہ ہی جھوٹا ہے اور یہ سب باتیں میں نے خوف اور ترغیب کے ماتحت بیان کی ہیں اس کے بعد اس نے صحیح صحیح بیان دیا جس کی کپتان صاحب پولیس نے اس کے روبرو ڈپٹی کمشنر صاحب سے تصدیق کروائی''۔

(حیات طیبہ صفحہ ۱۷۹-۱۸۰)

مقدمہ کا فیصلہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو ہوا مخالف مولویوں پنڈتوں اور پادریوں کو یقین تھا کہ اس مقدمہ میں ایک بہت بڑے پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کا ہاتھ ہے حضرت اقدس کو بڑی سنگین سزا ملے گی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ڈپٹی کمشنر نے آپ کو صاف طور پر بری کر دیا ہے تو ان کے چہروں کا رنگ فق ہو گیا۔

مقدمے سے باعزت بریت

لیکچر لدھیانہ میں اس مقدمے اور باعزت بریت کی آپ نے یوں تفصیل بیان فرمائی ہے۔

''اس سلطنت میں میرے خلاف جس نے مقدمہ کیا وہ معزز پادری تھا اور ڈاکٹر بھی تھا۔ یعنی

ڈاکٹر مارٹن کلارک تھا جس نے مجھ پر اقدام قتل کا مقدمہ بنایا اور اس نے شہادت پوری بہم پہنچائی یہاں تک کہ مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی بھی جو اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے شہادت دینے کے واسطے عدالت میں آیا اور جہاں تک اس سے ہو سکا اس نے میرے خلاف شہادت دی اور پورے طور پر مقدمہ میرے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی یہ مقدمہ کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے اجلاس میں تھا جو شاید اب شملہ میں ہے۔ ان کے روبرو مقدمہ پورے طور پر مرتب ہو گیا اور تمام شہادتیں میرے خلاف بڑے زور شور سے دی گئیں ایسی حالت اور صورت میں کوئی قانون دان اہل الرائے بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ میں بری ہو سکتا ہوں تقاضائے وقت اور صورتیں ایسی واقع ہو چکی تھیں کہ مجھے سیشن سپرد کر دیا جاتا اور وہاں سے پھانسی کا حکم ملتا یا عبور دریائے شور کی سزا دی جاتی مگر خدا تعالیٰ نے جیسے مقدمہ سے پہلے مجھے اطلاع دی تھی اسی طرح یہ بھی قبل از وقت ظاہر کر دیا تھا کہ میں اس میں بری ہوں گا چنانچہ یہ پیشگوئی میری جماعت کے ایک گروہ کثیر کو معلوم تھی غرض جب مقدمہ اس مرحلہ پر پہنچا اور دشمنوں اور مخالفوں کا یہ خیال ہو گیا کہ اب مجھے مجسٹریٹ سیشن سپرد کرے گا اس موقع پر اس نے کپتان پولیس سے کہا کہ میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ یہ مقدمہ بناوٹی ہے میرا دل اس کو نہیں مانتا کہ فی الواقع ایسی کوشش کی گئی ہو اور انہوں نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے آدمی بھیجا ہو آپ اس کی پھر تفتیش کریں یہ وہ وقت تھا کہ میرے مخالف میرے خلاف ہر قسم کے منصوبوں ہی میں نہ لگے تھے بلکہ وہ لوگ جن کو قبولیت دعا کے دعوے تھے وہ دعاؤں میں لگے ہوئے تھے اور رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ میں سزایاب ہو جاؤں مگر خدا تعالیٰ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے مجھے معلوم ہے کہ کپتان ڈگلس صاحب کے پاس بعض سفارشیں بھی آئیں مگر وہ ایک انصاف پسند مجسٹریٹ تھا اس نے کہا کہ ہم سے ایسی بد ذاتی نہیں ہو سکتی۔

غرض جب یہ مقدمہ دوبارہ تفتیش کے لئے کپتان لیمارچنڈ کے سپرد کیا گیا تو کپتان صاحب نے عبدالحمید کو بلایا اور اس کو کہا کہ تو سچ سچ بیان کر عبدالحمید نے اس پر بھی وہی قصہ جو اس نے صاحب ڈپٹی کمشنر کے روبرو بیان کیا تھا دوہرایا۔ اس کو پہلے سے یہ کہا گیا تھا۔ کہ اگر ذرا بھی خلاف بیانی ہو گی تو تو پکڑا جاوے گا اس لئے وہ وہی کہتا گیا مگر کپتان صاحب نے اس کو کہا کہ تو تو پہلے بھی یہی بیان کر چکا ہے صاحب اس سے تسلّی نہیں پاتے کیونکہ تو سچ سچ بیان نہیں کرتا جب دوبارہ کپتان لیمارچنڈ نے اس کو کہا تو وہ روتا ہوا ان کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ مجھے بچا لو کپتان صاحب نے اس

کو تسلی دی اور کہا کہ ہاں بیان کرو اس پر اس نے اصلیت کھول دی اور صاف اقرار کیا کہ مجھے دھمکا کر یہ بیان کرایا گیا تھا مجھے ہرگز ہرگز مرزا صاحب نے قتل کے لئے نہیں بھیجا۔ کپتان اس بیان کو سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے ڈپٹی کمشنر کو تار دیا اور وہاں کپتان لیمار چنڈ کو حلف دیا گیا اور اس نے اپنا حلفی بیان لکھوایا میں دیکھتا تھا کہ ڈپٹی کمشنر اصلیت کے کھل جانے پر بڑا خوش تھا اور ان عیسائیوں پر اسے سخت غصہ تھا جنہوں نے میرے خلاف جھوٹی گواہیاں دی تھیں اس نے مجھے کہا کہ آپ ان عیسائیوں پر مقدمہ کر سکتے ہیں مگر چونکہ میں مقدمہ بازی سے متنفر ہوں میں نے یہی کہا کہ میں مقدمہ کرنا نہیں چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے اس پر اسی وقت ڈگلس صاحب نے فیصلہ لکھا ایک مجمع کثیر اس دن جمع ہو گیا ہوا تھا اس نے فیصلہ سناتے وقت مجھے کہا کہ آپ کو مبارک ہو آپ بری ہوئے''۔

(لیکچر لدھیانہ)

کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس کا ذکر خیر

حضرت اقدس نے اپنی کتب میں کئی مقام پر اس مقدمے کی تفصیل بیان فرما کر ڈپٹی کمشنر گورداسپور کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس کو پیلاطوس سے تشبیہ دی ہے اور ان کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں۔

''میرے خیال میں ہے کہ کپتان ڈگلس اپنی استقامت اور عادلانہ شجاعت میں پیلاطوس سے بہت بڑھ کر تھا کیونکہ پیلاطوس نے آخر کار بزدلی دکھائی اور یہودیوں کے شریر مولویوں سے ڈر گیا مگر ڈگلس ہرگز نہ ڈرا۔ اس کو مولوی محمد حسین نے کرسی مانگ کر کہا کہ میرے پاس صاحب لیفٹیننٹ گورنر بہادر کی چٹھیاں ہیں مگر کپتان ڈگلس نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور میں باوجودیکہ ملزم تھا مجھے کرسی دی اور اس کو کرسی کی درخواست پر جھڑک دیا اور کرسی نہ دی اگرچہ آسمان پر کرسی پانے والے زمین کی کرسی کے کچھ محتاج نہیں مگر یہ نیک اخلاق اس ہمارے وقت کے پیلاطوس کے ہمیشہ ہمیں اور ہماری جماعت کو یاد رہیں گے اور دنیا کے اخیر تک اس کا نام عزت سے لیا جائے گا''۔

پھر آپ کشتی نوح میں فرماتے ہیں۔

''برخلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا مجھے کرسی دی اور یہ پیلاطوس ابن مریم کے پیلاطوس کی نسبت زیادہ بااخلاق ثابت ہوا کیونکہ عدالت کے امر

میں وہ دلیری اور استقامت سے عدالت کا پابند رہا اور بالائی سفارشوں کی اس نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اور قومی اور مذہبی خیال نے بھی اس میں کچھ تغیر پیدا نہ کیا اور اس نے عدالت پر پورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ نمونہ دکھایا کہ اگر اس کے وجود کو قوم کا فخر اور حکام کے لئے نمونہ سمجھا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ عدالت ایک مشکل امر ہے جب تک انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے تب تک اس فرض کو عمدہ طور پر ادا نہیں کر سکتا مگر ہم اس سچی گواہی کو ادا کرتے ہیں کہ اس پیلاطوس نے اس فرض کو پورے طور پر ادا کیا..............۔

ایک حاکم کے لئے کس قدر یہ امتحان کا موقعہ ہے کہ دو فریق اس کے پاس آویں کہ ایک ان میں سے اس کے مذہب کا مشنری ہے اور دوسرا فریق وہ ہے جو اس کے مذہب کا مخالف ہے اور اس کے پاس بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس کے مذہب کا سخت مخالف ہے لیکن اس بہادر پیلاطوس نے اس امتحان کو بڑے استقلال سے برداشت کر لیا اور اس کو ان کتابوں کے مقام دکھلائے گئے جن میں کم فہمی سے عیسائی مذہب کی نسبت سخت الفاظ سمجھے گئے تھے اور ایک مخالفانہ تحریک کی گئی تھی مگر اس کے چہرہ پر کچھ تغیّر پیدا نہ ہوا کیونکہ وہ اپنی روشن کانشنس کیوجہ سے حقیقت تک پہنچ گیا تھا اور چونکہ اس نے مقدمہ کی اصلیّت کو سچے دل سے تلاش کیا اس لئے خدا نے اس کی مدد کی اور اس کے دل پر سچائی اور اس پر واقعی حقیقت کھولی گئی اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کہ عدل کی راہ اس کو نظر آ گئی اس نے مجھے عدل کے لحاظ سے مدعی کے مقابل پر کرسی دی''......

مولف حیات طیبہ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) کپتان ڈگلس کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں۔

''کپتان ڈگلس جو اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو کر انگلستان چلے گئے تو ایک لمبے زمانہ تک زندہ رہے (حاشیہ: کپتان ڈگلس جو بعد میں کرنل ہوئے نے ۹۳ سال کی عمر پا کر ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء کو لندن میں وفات پائی) بیسیوں احمدیوں نے لنڈن میں ان سے ملاقات کی اور اس مقدمہ کے حالات سنے وہ ہمیشہ ہی یہ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک طرف معزّز پادری تھا دوسری طرف (حضرت) مرزا صاحب۔ میرے لئے پادری صاحب کو جھٹلانا بھی مشکل تھا مگر (حضرت) مرزا صاحب کی عظیم شخصیّت اور راست گوئی اور معصومانہ انداز کا مجھ پر اس قدر اثر تھا کہ میں یہ یقین ہی نہیں کر سکتا تھا کہ مرزا صاحب نے عبدالحمید کو پادری صاحب کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہو گا۔ اس پر جب میں نے پولیس کی معرفت عبدالحمید کا

بیان لیا تو وہ کپتان پولیس کے پاؤں میں گر گیا اور رو رو کر کہا کہ مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے ورنہ حضرت مرزا صاحب بالکل بے گناہ ہیں۔ کپتان صاحب یہ بھی بیان کرتے تھے کہ عام طور پر جو لوگ بیرونی ممالک میں سروس کر کے آتے ہیں یہاں کے لوگ ان سے خاص واقعات سنتے ہیں مجھے جب بھی کسی نے کوئی واقعہ بیان کرنے کے لئے کہا ہے میں نے یہی واقعہ بیان کیا ہے۔

.........وہ ہمیشہ تعجب سے یہ کہا کرتے تھے کہ میں (حضرت) مرزا صاحب کی عظیم شخصیت کا تو قائل تھا لیکن مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ ایک دن مرزا صاحب کو یہ عظمت حاصل ہو جائے گی کہ ان کی جماعت تمام دنیا میں پھیل جائے گی''۔

(حیات طیبہ صفحہ ۱۸۳)

خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک بہت ہی اہم واقعہ ہے

جن والدین نے اپنے بچے تحریک وقف نو میں پیش کئے ہیں ان کو مخاطب کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا :-

''خدا کے حضور بچے کو پیش کرنا ایک بہت ہی اہم واقعہ ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اور آپ یاد رکھیں کہ وہ لوگ جو خلوص اور پیار کے ساتھ قربانیاں دیا کرتے ہیں وہ اپنے پیار کی نسبت سے ان قربانیوں کو سجا کر پیش کیا کرتے ہیں۔ قربانیاں اور تحفے دراصل ایک ہی ذیل میں آتے ہیں۔ آپ بازار سے شاپنگ کرتے ہیں۔ عام چیز جو گھر کے لئے لیتے ہیں اسے باقاعدہ خوبصورت کاغذوں میں لپیٹ کر اس کے گرد لپیٹے جانے والے فیتوں سے سجا کر آپ کو پیش نہیں کیا جاتا۔ لیکن جب آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم نے تحفہ لینا ہے تو پھر دکاندار بڑے اہتمام سے اس کو سجا کر پیش کرتا ہے۔ پس قربانیاں تحفوں کا رنگ رکھتی ہیں اور ان کے ساتھ سجاوٹ ضروری ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا بعض لوگ تو مینڈھوں اور بکروں کو بھی خوب سجاتے ہیں اور بعض تو ان کو زیور پہنا کر پھر قربان گاہوں کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ پھولوں کے ہار پہناتے ہیں اور کئی قسم کی سجاوٹیں کرتے ہیں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ ر فروری ۱۹۸۹ء)

محاسبہ نفس

محترم شریف احمد صاحب اشرف ۔ گوجرخان

اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید میں انسانی پیدائش کی غرض عبادت الٰہی قرار دی گئی ہے اور انسان کو بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کی اوّل و آخر یہی کوشش ہونی چاہیے کہ اسے رضائے باری تعالیٰ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا قسم ہے نفس انسانی کی اور اس کے بے عیب بنائے جانے کی۔ پھر اس کی بدی کی راہیں بھی اس پر ظاہر کیں اور اس کی نیکی کی راہیں بھی اس پر کھول دیں اور بتا دیا کہ جس نے اپنے نفس کو گناہ اور نافرمانی سے بچا لیا اور پاک کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اپنے نفس کو پاک نہ کیا وہ ناکام ہو گیا۔ جو خدا کے احکام کی پیروی کرتا ہے وہ کامیاب ہے اور جو اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے وہ ناکام ہے۔ اسے خدائی احکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اگر اس میں وہ پورا نہیں اترتا تو خدا کے حضور اس کا مواخذہ ہو گا۔ اور انسان کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنا محاسبہ خود بھی کرتا رہے تا کہ حشر کے دن خدا کے حضور شرمندگی یا رسوائی نہ اٹھانی پڑے۔ انسان بہت ہی غافل اور کمزور ہے اور اس کے امتحان کے طور پر روز اس کی اور شیطان کی جنگ جاری رہتی ہے۔ یہ امتحان بھی موت تک جاری رہتا ہے کہ آیا خدا کی بات کو مقدم رکھتا ہے یا اپنے نفس امارہ کی بات تو جو اپنے اختیار کو درست استعمال کر کے شیطان کی بات نہیں مانتا اور خدا کی بات مانتا ہے وہ کامیاب ہے۔ انسان کی کوشش کہ اسے خدا کی رضا حاصل ہو جائے اور گناہوں سے نجات مل جائے قرآنی اصطلاح میں تین مراحل میں سے گزر کر تکمیل کو پہنچتی ہے نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ۔

پہلے مرحلہ میں انسان کے لئے بڑی مشکلات ہوتی ہیں کہ شیطان یا اس کا نفس اسے برائیوں پر اکساتا رہتا ہے۔ پھر دوسرے مرحلہ پر جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا نفس ملامت کرتا ہے کہ تم نے برا کام کیا۔ یہ حالت بھی خطرے کی حالت ہے اس سے آگے جب انسان کی کوشش جاری رہتی ہے تو پھر اس کو مطمئنہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے جو انسان کے لئے امن کی حالت ہے اس حالت کا نام لقاء الٰہی بھی ہے۔ اس حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے کو کہا جاتا ہے۔ اے (آرام یافتہ) نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف لوٹ آ کہ میں تجھ سے راضی اور تو مجھ سے راضی ہے۔ آ میرے بندوں میں شامل ہونے کی حالت میں آ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

بقیہ صفحہ ۳۸ پر

عبادات کی ضرورت

محترم محمد ارشاد صاحب ۔ رحمانپورہ ۔ لاہور

عبادت کے معنی انتہائی تذلل کے ہیں یعنی ایک کامل ہستی کے سامنے جو خدا تعالیٰ کی ذات ہے اپنی کامل بندگی، کامل عاجزی اور کمزوری کا اقرار کرنا اور اس کی طرف سے عطا کردہ قوتوں کو اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول میں خرچ کرنا ہے۔ عبادت انتہائی درجہ پر عاجزی اور اپنی ذلّت اور کمزوری کے اقرار کو کہتے ہیں اس لئے عبادت ایسی کامل ہستی کی ہی کی جا سکتی ہے جو اپنے کمالات میں بے مثل اور بینظیر ہو جس میں ہر خوبی موجود ہو اور جو ہر عیب نقص اور کمزوری سے پاک ہو اور جو ایسی کامل ہستی ہو کہ اس کی ذات اور صفات میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہ ہو۔ ایسی کامل ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے اسی لئے اسلام نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی عبادت کو جائز نہیں رکھا خواہ وہ سورج، چاند، نباتات اور حیوانات ہوں سب کی سب خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور انسان کا وجود ان تمام مخلوقات میں اشرف و اعلیٰ وجود ہے خدا تعالیٰ کے سوا باقی تمام چیزیں زمین کی ہوں یا آسمان کی سب انسان کی خادم ہیں۔ جب سب چیزیں انسان کی خادم ہیں اور درجہ میں اس سے ادنیٰ ہوئیں تو پھر انسان ان کی عبادت کیوں کرے۔ انسانوں میں سے بڑے بڑے روحانی انسان خدا کے نبی اور رسول ہیں مگر انہوں نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کی عبادت کرو۔

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت
(سورۃ نمل رکوع ۵)

ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے کہ عبادت کرو اللہ کی اور کنارہ کش رہو شیطان سے۔ تمام انبیاء نے ہمیشہ یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ انبیاء بھی خدا تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے دین کے خادم ہیں اور خدا تعالیٰ انہیں بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے چنتا ہے اور ان کے ذریعے اپنی صفات کا اظہار کرتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ہماری عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس نے ہم سے اپنی عبادت کا کیوں مطالبہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو ہماری عبادت کی کوئی ضرورت نہیں وہ ایک کامل اور جلال رکھنے والی ہستی ہے ہماری عبادت سے نہ اس کی شان بڑھتی ہے نہ اس کی عبادت چھوڑنے سے اس کی شان و عظمت میں کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔ اس نے ہم سے عبادت محض ہمیں فائدہ

پہنچانے اور ہمیں کمال تک پہنچانے کے لئے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق انسان کو اس قسم کا بنایا کہ وہ مجاہدہ اور کوشش سے روحانی اخلاق اور مادی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ باقی اشیاء صرف ایک حد تک ترقی کرتی ہیں اس کے بعد ان کی ترقی رک جاتی ہے۔ انسان اپنی قوتوں اور قابلیتوں کو مناسب طریق سے استعمال کر کے ترقی اور کمال حاصل کرے اور وہ اپنی روح میں اس طرح ایسی صفائی اور پاکیزگی پیدا کرے کہ اس کی روح خدا تعالیٰ سے ملاقات حاصل کرنے کے قابل ہو سکے جو انسان کے لئے سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اور اسی کا حصول انسانی زندگی اور پیدائش کا حقیقی مقصد ہے۔

عبادت کا بجا لانا انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے اور اس کا فائدہ سراسر انسان کو ہی ہوتا ہے۔ وہ خادم کس قدر بد اخلاق سمجھا جائے گا جو اپنے مہربان آقا کی مہربانی اور انعامات سے تو روزانہ فائدہ اٹھاتا ہو مگر اپنے آقا و محسن کے حق میں شکریہ کا کلمہ زبان پر نہ لائے اور اس کا احسان مند ہونے کا اعتراف نہ کرے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے بے شمار اور لاتعداد احسانات کا اپنے وجود میں مشاہدہ کرنے کے بعد اگر کوئی انسان اس کے حضور میں اپنی عبودیت کا اقرار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، وہ بھی اس حق کو ادا نہیں کرتا جو خدا تعالیٰ ان نعمتوں اور احسانات کے معاملہ میں اپنے بندہ پر رکھتا ہے۔ ایسا آدمی بھی اچھے اخلاق کا انسان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دنیا کی ہر چیز کو انسان کے فائدہ کے لئے بنایا گیا ہے خواہ وہ اس کے فائدہ سے واقف ہو یا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی، جمادات، نباتات اور حیوانات سب انسان کی خاطر پیدا کئے ہیں نہ کہ انسان کو ان کی خاطر اگر انسان نہ ہوتا تو پانی، ہوا اور سورج کا کچھ حصہ نہ بگڑتا البتہ انسان ہوتا اور یہ چیزیں نہ ہوتیں تو اس کا اس دنیا میں رہنا محال تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ کائنات کی سب چیزیں انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہیں اور انسان کو ان چیزوں کی خاطر پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اسے کسی اور بہت بلند مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی وحی سے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام پر خود ظاہر فرماتا ہے کہ انسان صرف اس دنیاوی زندگی کے لئے ہی پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی جسمانی موت کے بعد اس کی روح کو باقی رکھا جاتا ہے اور پھر اس انسان کو ایک نئی زندگی دی جائے گی جو نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اس دنیا کی زندگی اسے اس لئے دی تا وہ اس دنیا میں رہ کر خود کو اُخروی زندگی کے ماحول اور حالات کے لئے تیار کرے تا اس اُخروی دنیا کی نعمتوں کا لطف حاصل کرنے کی اپنے اندر صلاحیت پیدا کرے۔ اُخروی زندگی کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی ملاقات ہے۔ انسان کی روح اور اس کے جسم کا ذرّہ ذرّہ خدا تعالیٰ کے احسانات کے بار تلے دبا ہوا ہے اس لئے اپنے مہربان خدا کی مہربانیوں اور احسانات کی بنا پر ہم پر واجب ہے کہ اس کا شکریہ ادا کریں۔ عبادت اسی شکریہ کے ادا کرنے کا طریق ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسلام میں قولی عبادت کے علاوہ کچھ بدنی اور مالی عبادت بھی مقرّر فرما دی ہیں تا انسان ہر پہلو سے کامل شکر گزاری

کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔

عبادت چونکہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ انسان خدا کے اس طرح قریب ہو جاتا ہے گویا وہ خدا کی گود میں پہنچ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے بندہ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے اور اسے اپنے مزید انعامات سے نوازتا ہے۔ عبادت میں دعا کا حصہ بھی رکھا گیا ہے اس لئے جب بندہ اپنی عبادت میں دعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سنتا اور پورا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ ہر قسم کی قربانی کے لئے کمر بستہ رہتا ہے اور اس راہ میں ہر قربانی میں لذّت محسوس کرتا ہے۔ عبادت الٰہی غذا بن جاتی ہے اور اسے اس میں ایسی لذّت آنے لگ جاتی ہے کہ دنیا کی ہر لذیذ نعمت کی لذّت اس کے مقابلہ میں ہیچ معلوم ہوتی ہے دنیا کی کوئی چیز اسے اب خدا سے الگ نہیں کر سکتی وہ اسی کے قرب میں رہنا اپنے لئے زندگی اور اس سے جدائی اپنے لئے موت سمجھتا ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب عبادت کا تعلق دل سے ہے تو پھر جب کسی انسان کا دل خدا کی طرف جھکتا ہے تو اسے عبادت کے لئے جسمانی اعمال کو بجالانے کی کیا ضرورت ہے یعنی اسے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور حج کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ کے احسانات صرف انسان کی روح پر ہی نہیں بلکہ انسانی جسم پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو اس کے جسم کا ذرّہ ذرّہ بھی اسی کی عطا ہے۔ پس عبادت الٰہی میں روح کے ساتھ جسم کا شریک کرنا بلکہ اگر مالی نعمت بھی رکھتا ہے تو مال کا شریک کرنا بھی ضروری ہے تاکہ انسانی عبادت ہر پہلو سے مکمل ہو جائے۔

محاسبہ نفس

بقیہ از صفحہ ۳۵

نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے ساتھیوں نے عرض کیا حضور کیا آپ کے ساتھ بھی فرمایا ہاں لیکن میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ مجھے برائی کا حکم نہیں دیتا اسے پتہ ہے یہ میری بات نہ مانے گا۔ نفس کی تین حالتوں کے مطابق یقین کے بھی تین درجے ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ جب تک انسان کو یقین کا آخری درجہ حق الیقین حاصل نہ ہو جائے اس کی کوشش جاری رہنی چاہیئے۔ ان تینوں درجوں کو سمجھنے کے لئے یہ مثال بہت عمدہ ہے کہ دور سے دھواں دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہاں آگ ہے پھر آنکھوں سے جا کر دیکھا پھر ہاتھ ڈال کر دیکھا کہ آگ ہے جو جلاتی ہے تو اس آخری درجہ کا نام حق الیقین ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفس کے محاسبہ کی توفیق دے۔ نفس مطمئنہ اور حق الیقین عطا کرے تاکہ ہم اس کی رضا کے وارث ہوں۔ آمین

تعلیم القرآن

وقف کرنے یعنی ٹھہرنے یا رُکنے کے قواعد

(محمد اعظم اکسیر قائد تعلیم القرآن)

قرآن کریم کو پوری صحت کے ساتھ تلاوت کرنے کے سلسلہ میں کسی کلمہ کے آخر پر سانس لیکر ٹھہرنے یا رکنے کو وقف کہتے ہیں۔ وقف کسی لفظ کے پورا ہونے پر ہی کیا جاتا ہے، درمیان میں درست نہیں۔ وقف کرنے یعنی کسی لفظ پر ٹھہرنے یا رکنے کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ جس حرف پر رکیں یعنی وقف کریں اسے موقوف علیہ کہتے ہیں۔

۲۔ موقوف علیہ اگر ساکن ہے تو وہاں سانس لیتے ہوئے ٹھہر جانا ہی وقف ہے جیسے۔ فَلَا تَنْهَرْ

۳۔ اگر موقوف علیہ پر کھڑی زبر ہو تو کوئی تبدیلی کئے بغیر ٹھہر جائیں۔

۴۔ اگر موقوف علیہ پر عارضی حرکت ہو تو اسے ساکن پڑھ کر ٹھہر جائیں۔

۵۔ اگر موقوف علیہ گول ت یعنی (ۃ) ہو تو اسے "ہ" ساکنہ میں بدل کر ٹھہریں۔

۶۔ اگر موقوف علیہ پر زبر، زیر، پیش، دو زیریں یا دو پیشیں ہوں تو وقف کی صورت میں اسے ساکن پڑھینگے۔

۷۔ موقوف علیہ پر زبر ہو جسکے بعد پڑھنے میں نہ آنے والی ی ہو تو رکتے ہوئے کھڑی زبر پڑھیں گے۔

۸۔ دو زبریں ہوں تو ایک زبر چھوڑتے ہوئے صرف ایک زبر پڑھ کر رکیں گے۔

۹۔ موقوف علیہ پر اگر مضمون ختم ہو رہا ہو تو وہاں ٹھہرنا وقف تام ہو گا۔

۱۰۔ اگر موقوف علیہ پر مضمون ختم نہ ہو البتہ جملہ ختم ہو رہا ہو تو وہاں ٹھہرنے کو وقف کافی کہتے ہیں۔

۱۱۔ اگر مضمون اور جملہ تو ختم نہیں ہوا لیکن ایسی جگہ ٹھہریں جہاں بظاہر مفہوم سمجھ آرہا ہو تو وہاں ٹھہرنا وقف حسن کہلاتا ہے۔

۱۲۔ رکنا اس حالت میں کہ مضمون یا جملہ کی بات سمجھ نہیں آئی تو اس رکنے کو وقف قبیح کہتے ہیں۔

۱۳۔ وقف کرنے یا ٹھہرنے کا تعلق سانس سے ہے اس لئے وقف اختیاری بھی ہوتا ہے اور اضطراری بھی۔ وقف اختیاری تو ٹھیک موقع و محل پر ہوتا ہے لیکن وقف اضطراری کہیں بھی ہو سکتا ہے۔

۱۴۔ جہاں لفظ سکتہ لکھا ہے وہاں سانس روک کر مگر توڑے بغیر تلاوت کریں۔

علامات وقف

دورانِ تلاوت وقف کرنے یا کسی کلمہ کے مکمل ہونے، اسی طرح سانس ٹوٹنے پر رکنے یا ٹھہرنے کے مختلف قواعد بعض علامتوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وقف کی یہ علامات عموماً قرآن مجید کے آخر میں درج ہوتی ہیں۔ ان کا مختصر ذکر حسبِ ذیل ہے:۔

۱۔ م ۔ یہ "وقفِ لازم" کی علامت ہے۔ اس علامت پر رکنا بہت ضروری ہے ورنہ معنے بدل جاتے ہیں۔

۲۔ لا ۔ یہ "لَاوَقْفَ عَلَیْہِ" کی علامت ہے۔ اگر یہ علامت آیت کے اندر آئے تو نہ ٹھہریں لیکن آخر پہ آئے تو اختیار ہے ٹھہریں یا نہ ٹھہریں۔

۳۔ ج ۔ یہ "وقف جائز" کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا یکساں ہے۔

۴۔ قلے ۔ یہ علامت ہے "الوقف اولی" کی۔ مطلب یہ کہ اس جگہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ تاہم ملا کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

۵۔ صلے ۔ یہ "اَلْوَصْلُ اَوْلٰی" کی علامت ہے۔ یعنی اس جگہ ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔ تاہم وقف کرنا بھی جائز ہے۔

۶۔ ط ۔ یہ "وقفِ مطلق" کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا اچھا ہے کیونکہ وصل کی کوئی وجہ پائی نہیں جاتی۔

۷۔ ز ۔ یہ "وقفِ مجوّز" کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا تجویز کیا گیا ہے۔ ٹھہرنے یا نہ ٹھہرنے دونوں کی وجہ موجود ہے تاہم وصل بہتر ہے یعنی آگے ملانا۔

۸۔ ص ۔ یہ وقفِ مُرَخَّص" کی علامت ہے۔ کہ تھک جائیں تو ٹھہریں ورنہ ملا کر پڑھیں۔

۹۔ ق ۔ یہ "قِیْلَ عَلَیْہِ الْوَقْفُ" ہے یعنی اس جگہ بعض نے وقف کیا ہے لیکن نہ ٹھہرنا ہی اچھا ہے۔

۱۰۔ قف ۔ یہ "یُوْقَفُ عَلَیْہِ" کی علامت ہے یعنی اس جگہ ٹھہر سکتے ہیں۔

۱۱۔ صل ۔ "قَدْ یُوْصَلُ عَلَیْہِ" کی علامت ہے۔ اس کو آگے ملایا جا سکتا ہے تاہم ٹھہرنا زیادہ اچھا ہے۔

۱۲۔ O ۔ یہ نشان دراصل گول ت (ۃ) یعنی آیت کی علامت ہے یہاں حسب قواعد رکتے ہیں۔

۱۳۔ " ∴ ∴ " اس علامت کو معانقہ کہتے ہیں۔ یہ نقطے آئیں تو کسی ایک جگہ وقف کریں اور ایک جگہ نہ کریں۔

۱۴۔ س یا سکتہ ۔ سانس توڑے بغیر اس نشان پر تھوڑا رک کر آگے بڑھیں۔

۱۵۔ وقفہ ۔ یہ لفظ لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ البتہ سکتہ وصل کے اور وقفہ وقف کے قریب ہوتا ہے۔

ب
ں کا

ے تو

جائز

ں جائز

کی وجہ

ک جگہ نہ

عالمی بیعت فرشتوں کی تحریک تھی!

''سب سے دلچسپ باتوں میں سے ایک بات جس کی طرف میری خاص توجہ گئی تھی اور جس کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ ساری دنیا کی جماعتیں بھی محسوس کر رہی ہیں وہ ہے عالمی بیعت یہ تاریخ عالم میں پہلا واقعہ ہے کہ (.......) کوئی بیعت لی جا رہی ہو اور سارے عالم میں بیک وقت اس بیعت کے ساتھ زبانیں بھی متحرک ہوں اور دل بھی دھڑک رہے ہوں اور ایک آواز کے ساتھ (.......) اقرار کرنا ایک عجیب کیفیت دل میں پیدا کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کی تقدیر کا ایک اظہار تھا یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہوا۔ یہ بیان کیا گیا تھا کہ ایک انگریز نو (احمدی) کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں بھی بیعت کر لوں اس موقع پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ فرشتوں کی تحریک تھی کوئی اتفاقی خیال نہیں تھا۔ ہمارا گزشتہ سال اس بیعت سے سج گیا ہے۔ اس کے سر پر ایک تاج رکھا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ساری دنیا کی جماعت تجدید بیعت کے ذریعے اب وفاؤں اور خدمتوں کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ یہ اس بیعت کی تعبیر ہے اور آئندہ میں سمجھ رہا ہوں کہ (اللہ نے چاہا تو) بیعتیں اسی طرح ہوا کریں گی کہ ایک جگہ جب بیعت ہو رہی ہو گی کسی جلسے میں تو لاکھوں بیعتیں اسی طرح ہوا کریں گی۔ کہ ایک جگہ جب بیعت ہو رہی ہو گی کسی جلسے میں تو لاکھوں بیعتیں دنیا میں ساتھ ہو رہی ہونگی اور جو کروڑ کا تصور میں نے پیش کیا تھا وہ دور کی خواب و خیال یا خواہش کی بات نہیں رہی۔ میں سمجھتا ہوں اس کا وقت قریب آرہا ہے۔ کیونکہ جلسوں میں جو شریک ہوتے ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم یا خطبوں میں جو شریک ہوتے ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ان کے متعلق پہلے دوسرے لکھتے ہیں پھر وہ خود خط لکھنے لگ جاتے ہیں اور آج کل تو تقریباً روز مرہ میری ڈاک میں ایسے خط نکلتے ہیں کہ ہمیں ایک احمدی دوست لے آئے تھے ہم مسلمان تھے احمدی نہیں تھے بلکہ بعض دفعہ تو بعض سخت نفرتوں کا شکار تھے اور ایک (خطبے) میں آکر ہی کایا پلٹ گئی اب ہم نے وہ کچھ دیکھا ہے جو سنی سنائی باتوں کے بالکل برعکس ہے۔ کان اور سنتے تھے آنکھیں اور دیکھتی ہیں اور اب کان بھی اور سننے لگ گئے ہیں۔